عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۳ | ۲۹ شوال تا ۵ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۵ تا ۳۱ اگست ۲۰۱۴ء | شمارہ: ۳۲

دلائل نبوّت

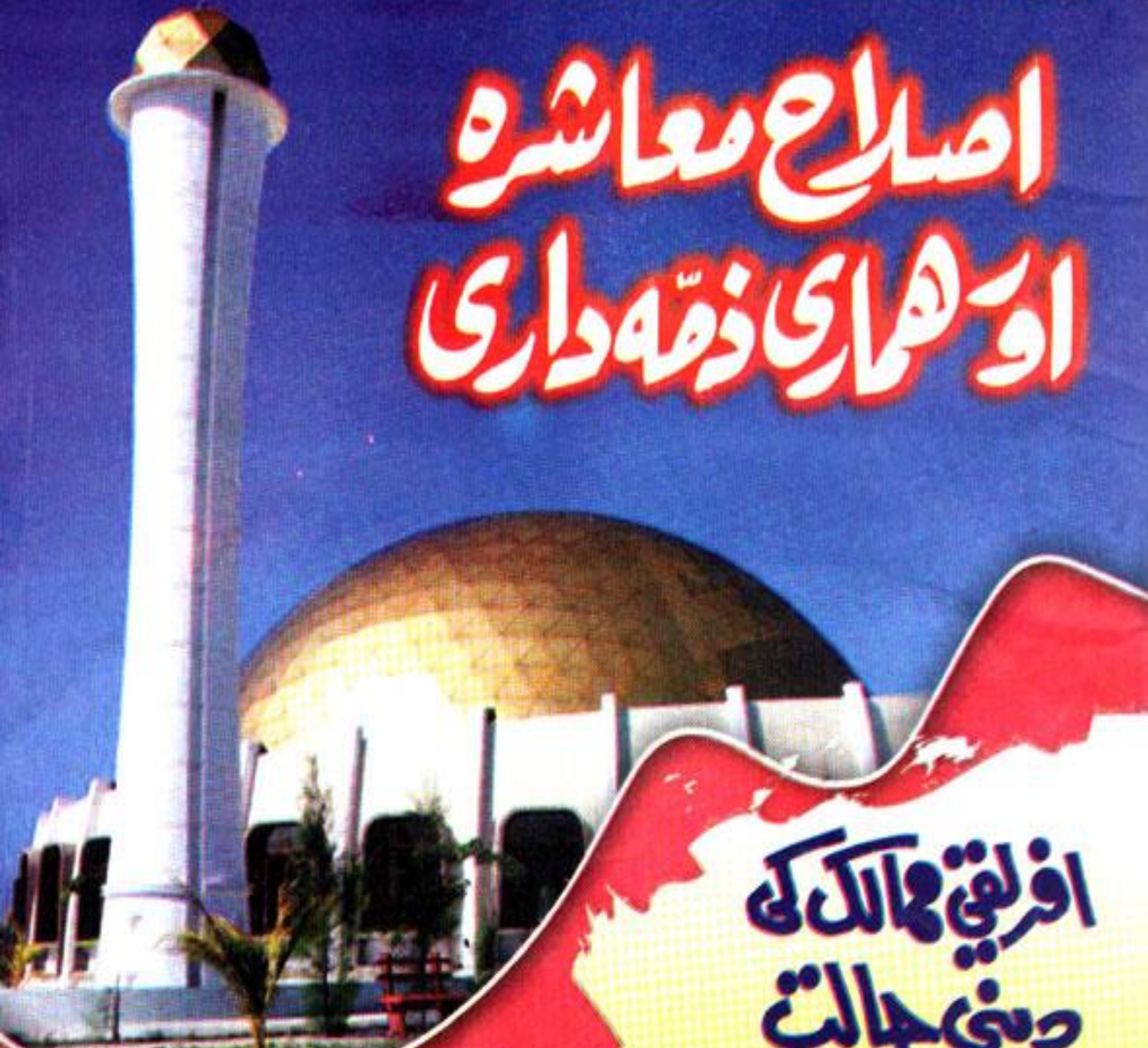

اصلاح معاشرہ اور ہماری ذمّہ داری

افریقی ممالک کی دینی حالت

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org

http://www.khatm-e-nubuwwat.com

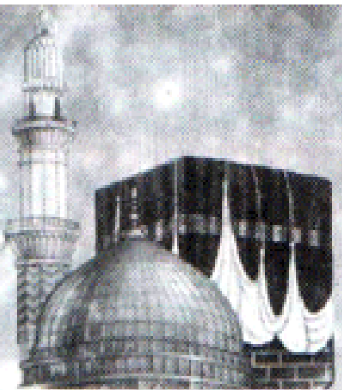

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

حج کس پر فرض ہوتا ہے

ابوحسان، کراچی

س:...... حج کس پر فرض ہوتا ہے یعنی نصاب کیا ہے، جس سے حج کی فرضیت معلوم ہوجائے؟ جیسے زکوٰۃ کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو وہ صاحب نصاب ہوتا ہے اور اس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟

ج:...... حج اس پر فرض ہوتا ہے جس کے پاس اس قدر مال ہو کہ وہ بآسانی اپنے سفر حج کا مکمل خرچ برداشت کرسکے اور پیچھے اپنے اہل و عیال کے لئے بھی اس قدر مال چھوڑ کر جائے کہ وہ ان کی ضروریات کے لئے کافی ہو اور یہ مختلف اوقات میں مختلف ہوسکتا ہے، اس لئے اس کو زکوٰۃ کے نصاب کی طرح متعین نہیں کیا جاسکتا۔

حج فرض ہوجانے کے بعد سستی کرنا

س:...... اگر ایک شخص کے پاس اس قدر مال آجائے کہ وہ اس پر حج فرض ہوجائے مگر وہ حج پر جانے کی بجائے اپنے مال کو دوسری ضرورتوں میں خرچ کردے، مثلاً بیٹی یا بیٹے کی شادی پر یا ان کی تعلیم پر یا کہیں انویسٹمنٹ وغیرہ کردے تو کیا حج اس کے ذمہ باقی رہے گا؟ اب جبکہ اس کے پاس مال موجود نہیں ہے تو وہ حج کس طرح کرے گا؟

ج:...... حج فرض ہوجانے کے بعد فوراً ادا کرلینا بہتر ہے، اگر اس کے ادا کرنے میں سستی سے کام لے گا اور اپنی زندگی میں ادا نہ کرپایا اور نہ ہی اس کی وصیت کے ساتھ مال چھوڑا تو سخت گناہ گار ہوگا۔ ایک بار حج فرض ہوجانے کے بعد جب تک ادا نہ کرلیا جائے حج کی فرضیت باقی رہتی ہے۔ خواہ سارا مال ختم ہوگیا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ پہلے اپنے اس فرض سے سبکدوش ہو اس کے بعد دیگر امور کو سرانجام دے۔ حج ادا کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی دوسری ضرورتوں کو بھی پورا فرمادیں گے۔

قبر میں اضطراب اور پریشانی

فوزیہ علی، کراچی

س:...... میرے شوہر کا انتقال ہوچکا ہے، بعض سسرالی جھگڑوں کی وجہ سے میں اپنے شوہر سے شادی کے ایک سال بعد علیحدہ ہوگئی تھی یعنی میں اپنے والدین کے گھر اور میرے شوہر اپنے والدین کے گھر، ہمارا ایک بیٹا ہے جو میرے والدین کے گھر پیدا ہوا ہے، میں نے بہت چاہا کہ میرا گھر آباد ہوجائے مگر ساس، نندوں اور دیوروں کی وجہ سے میرا گھر آباد نہیں ہوسکا اور اس طرح دس سال گزر گئے، اب میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، میرے شوہر نے دور رہتے ہوئے نہ ہی میرا کوئی حق ادا کیا اور نہ اپنے بیٹے کا کوئی حق ادا کیا، نہ کبھی انہوں نے میرا نان نفقہ دیا اور نہ کبھی بچے کا کوئی خرچہ دیا، بچے کی پیدائش سے لے کر آج تک سارا خرچہ میرے والدین کررہے ہیں۔ میرے بیٹے کی عمر اس وقت بارہ سال ہے مسئلہ یہ ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد میرے سسرال والے میرے بیٹے کا جو حق بنتا ہے وہ نہیں دے رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیں گے مگر عملی قدم کوئی نہیں اٹھاتا، میری ساس کا صرف ایک ہی پوتا ہے جو کہ میرا بیٹا ہے، باقی سب پوتیاں ہیں۔ خواب میں مجھے اپنے شوہر نظر آئے جو کہ مجھ سے معافیاں مانگ رہے تھے اور اپنے بیٹے سے بھی معافی مانگ رہے تھے، چہرہ ان کا ایسا نظر آیا جیسے کہ جگہ جگہ سے کسی نے کھایا ہے اور انہیں ایک پل بھی سکون نہیں ہے، قبر میں کبھی اٹھتے ہیں، کبھی لیٹتے ہیں جیسے کہ بہت تکلیف میں ہیں اور اپنے بیٹے سے کہہ رہے ہیں کہ: "بیٹا! میں تمہارا کوئی فرض، کوئی حق نہیں نبھاسکا جس کے لئے تم مجھے معاف کردینا اور تمہارا جو بھی حق ہے وہ میری والدہ تمہیں دیں گی، مجھے بتائیے کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے اور میں کیا کروں کہ میرے شوہر کو قبر میں سکون مل جائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں معاف کردے؟

ج:...... اس خواب کی تعبیر واضح ہے کہ ان کو اپنے اس ظلم کی وجہ سے قبر میں اضطراب اور پریشانی ہے آپ اس کو معاف کردیں اور مرحوم کے والدین کو چاہئے کہ اس کی قبر، آخرت اچھی کرنے کے لئے یتیم اور بیوہ کا حق فوراً ادا کردیں ورنہ وہ مرحوم عذاب میں مبتلا رہے گا۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۳ — ۲۶ر شوال تا ۴ر ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ر اگست ۲۰۱۴ء — شمارہ:۳۲

اس شمارے میں!

دو افراد.... دو کردار!	۴	محمد اعجاز مصطفی
اسلام انسانیت کی کامیابی کا ضامن	۶	مولانا محمد ساجد قاسمی
دلائل نبوت	۸	مولانا عبدالحلیم کانپوری، کراچی
اصلاح معاشرہ اور ہماری ذمہ داری	۱۰	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
سیرت و تاریخ نگاری اور علمائے دیوبند	۱۳	مولانا عبدالرشید بستوی
قادیانی گروہ کے بارے میں سوالات (۲)	۱۵	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں! (۲۰)	۱۹	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
افریقی ممالک کی دینی حالت....	۲۳	علامہ ڈاکٹر خالد محمود

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

زر تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

اسرائیلی جارحیت کے تناظر میں

دو افراد .... دو کردار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اسرائیل نے جب سے فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کیا، اس وقت سے وہاں کے مسلمان بچوں، بوڑھوں لاچار مردوں اور خواتین کو قتل کرنا، فائرنگ کرنا، بم برسانا اور انہیں آگ وخون کے شراروں اور فواروں کی نذر کرنا اس نے اپنا محبوب اور مرغوب مشغلہ بنا رکھا ہے۔ ادھر یہودی ہیں تو وہ دنیا بھر سے ایک ایک کرکے مقبوضہ فلسطین لاکر آباد کیے جارہے ہیں اور ادھر مسلمان ممالک کے حکمران ہیں یا ان کا او آئی سی پلیٹ فارم ہے تو وہ اس کوشش میں ہے کہ اس اسرائیل اور فلسطین کے قضیے سے اپنے آپ کو الگ تھلگ اور دور رکھے۔

دو ماہ قبل صرف تین اسرائیلیوں کی گمشدگی یا اغوا کے نتیجے میں اسرائیل نے پورے غزہ پر جنگ مسلط کردی اور اب تک وہ دو ہزار سے زائد بے گناہ مسلمان بچوں، مردوں اور عورتوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے ہزاروں شدید زخمی ہیں اور دس ہزار سے زائد افراد بے گھر کردیئے گئے ہیں۔ فی الحال اس جنگ کو روکنے کا اس کا کوئی ارادہ بھی نظر نہیں آرہا۔

امریکا ہو یا برطانیہ یا ان کی لونڈی اقوام متحدہ سب کو سانپ سونگھ چکا ہے اور اس مسئلہ کے حل میں وہ سب لاچار و بے بس نظر آتے ہیں۔ فلسطین کی تباہی اور بربادی انہیں ذرا بھی نظر نہیں آتی اور اگر کسی عیسائی یا یہودی کو کسی سر پھرے مسلمان کی جانب سے ایک پتھر یا تھپڑ لگتا تو پورا امریکا و مغرب اور اقوام متحدہ اس واقعہ کو سر پر اٹھالیتا۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ: ''دو میم'' یعنی ''میڈیا اور منی'' یہودیوں کے قبضے میں ہیں اور وہ انہیں کے ذریعے پوری دنیا میں کھیل رہا ہے اور دنیا کو نچا رہا ہے۔

اس قضیے میں بھی دنیا بھر کا میڈیا اسرائیل کو مظلوم بنا کر پیش کررہا ہے۔ تصویریں فلسطینیوں کی بناتا ہے اور اسرائیل کی طرف سے ان پر کی جانے والی بمباری کی عکس بندی کرکے میڈیا کے ذریعے دنیا بھر کو دکھاتا ہے کہ حماس کی طرف سے برسائے جانے والے میزائیلوں سے یہ ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ العیاذ باللہ۔ بہر حال یہ مسلمانوں کی کمزوری یا غفلت کا نتیجہ ہے کہ انہیں ان فلسطینیوں کی مظلومیت کا احساس نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر مسلمان حکمران کیا سوچتے رہے یا کیا سوچ رہے ہیں؟ اس کی تھوڑی سی جھلک درج ذیل خبر اور دو کرداروں سے نظر آجائے گی۔

چنانچہ روزنامہ جنگ کے نامور صحافی جناب عظیم ایم میاں (امریکا) لکھتے ہیں:

''...رہی بات مسلم حکمرانوں کی تو بطور نمونہ خود اپنے پیارے پاکستان جہاں کے عوام کے جذبات فلسطینیوں کے لئے انتہائی مخلصانہ اور برادرانہ ہیں اس پر ۹ سال تک آمرانہ حکومت کرنے والے جنرل (ر) پرویز مشرف کے وہ خیالات آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں جن کا اظہار انہوں نے براہ راست مجھ سے ۲۰۰۳ء واشنگٹن میں کیا۔ وہ امریکا صدر جارج بش سے کیمپ ڈیوڈ میں ملاقات اور

مذاکرات کر کے بڑے خوش لوٹے تھے۔ پاکستان کے لئے امداد کا اعلان کیا گیا تھا۔ واشنگٹن کا ''فور سیزن ہوٹل'' پاکستانی وفد کی گہما گہمی اور سیکریٹ سروس کی چوکسی کے مناظر پیش کر رہا تھا۔ جنرل (ر) مشرف کے ساتھ ''جیو / جنگ'' کے لئے میرا یہ پہلا خصوصی انٹرویو طے تو تھا مگر دوپہر سے سہ پہر اور پھر شام تک ملتوی کیا جاتا رہا۔ بہرحال اس ماحول اور تناظر میں رات آٹھ بجے کے بعد جب میرے انٹرویو کا مرحلہ آیا تو جنرل (ر) پرویز مشرف نے دورہ، پاک۔ امریکا تعلقات کی تازہ صورت حال پر بات کرتے ہوئے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا کہ: ''ہمیں اپنا مفاد دیکھنا چاہئے۔ ہم فلسطینیوں سے بھی زیادہ فلسطینی بنتے ہیں، ہمیں فلسطینیوں نے کیا دیا ہے؟ ان کی وجہ سے ہم اسرائیل اور امریکا اور ان کے حامیوں کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔'' آنے والے وقت میں جنرل مشرف کے امریکی بااثر یہودی تنظیموں سے رابطے اور اسلام آباد کے خاموش دوروں اور نیویارک میں ایک یہودی تنظیم کے ڈنر سے جنرل مشرف کے خطاب نے بالکل واضح کر دیا کہ وہ فلسطینیوں اور اسرائیل کے بارے میں کیا نقطۂ نظر رکھتے تھے۔ (روزنامہ جنگ کراچی، ۶؍ اگست ۲۰۱۴ء)

اس خبر پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے مسلم حکمرانوں کے رویوں کا بالعموم اور پاکستان کے حالات کا بالخصوص تجزیہ پیش منظر کے طور پر لکھتے ہیں کہ: ''اس عملی مثال بلکہ حقیقت کو آپ دیگر مسلمان حکمرانوں کے خاموش رویے، ضرورت اقتدار پر بھی لاگو کر سکتے ہیں، ورنہ ان ممالک کے عوام تو واضح طور پر فلسطینیوں کے حق میں رائے رکھتے اور دعائیں کرتے نظر آتے ہیں مگر یہ یاد رکھیے کہ جس جارحانہ کام کا آغاز غزہ کی پٹی سے ہوا ہے اور جس تباہی کا شکار عراق، شام اور لیبیا ہو رہے ہیں وہ سفر کر کے جنوب مغربی ایشیا تک آنے والا ہے۔ اسرائیل اور بھارت کے درمیان واقع ممالک کے حکمران اور سیاست دان یاد رکھیں۔ جب ہر چیز آپ کے قابو سے باہر نکل جائے گی اور غیروں کا عالمی ایجنڈا اور آپ کی قومی شناخت کے دشمن اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھا چکے ہوں گے تو پھر نظریہ سازش اور مخالفین کو برا بھلا کہہ کر ہم اپنے دھرنے اور مبہم انقلاب کے نعروں کو غلط وقت پر لگائے جانے والے نعروں کے زخم اسی طرح چاٹتے نظر آئیں گے جس طرح مصر کے تحریر اسکوائر میں جمع ہو کر مصر میں انقلاب لانے والے چند دنوں کی حکومت کے بعد اب اپنی ہی فوج کے سربراہ کے ہاتھوں نہ صرف زنداں میں بند ہیں بلکہ مصری فوج کا کمانڈر انچیف اب سربراہ مملکت کے طور پر غزہ کے مسلمانوں کے بارے میں اسرائیلی خواہشات کا تابع نظر آتا ہے۔ مجھے تو غزہ کی پٹی سے لے کر افغانستان اور پاکستان تک برج الٹتے نظر آ رہے ہیں خدا کرے ایسا نہ ہو.....''

اور دوسرا کردار ہے ایک خاتون کا جو برطانیہ میں پیدا ہوئی اور اسی ماحول میں رہی اور تعلیم حاصل کی وہ ہیں برطانیہ کی ایک پارٹی کی سربراہ سینئر فارن آفس منسٹر اینڈ منسٹر آف فیتھ اینڈ کمیونٹیز بیرونس سعیدہ وارثی جنہوں نے غزہ پر برطانیہ حکومت کی پالیسی سے اختلاف کرتے ہوئے منگل کی صبح کابینہ سے استعفیٰ دے دیا۔ انہوں نے غزہ میں اسرائیلی جارحیت کے خلاف برطانیہ حکومت کی اخلاقی طور پر ناقابل دفاع پالیسی پر احتجاجاً مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ غزہ پر حکومتی پالیسی کو مزید سپورٹ نہیں کر سکتی۔ انہوں نے برطانیہ حکومت پر زور دیا کہ وہ اسرائیلی ہتھیاروں کی فراہمی پر پابندی لگائے۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیلی مہم جوئی اور ایک ماہ میں ۱۸ سو سے زائد فلسطینیوں کا قتل کسی بھی طرح جائز اور منصفانہ نہیں ہو سکتا ہے.....

آپ نے دونوں کرداروں کو دیکھا اور پڑھا، فیصلہ آپ کریں کہ ایک میں یہ غلامی اور ایک میں نڈر پن کہاں سے آیا اور کیسے آیا، آزادی اور غلامی کے سوتے کہاں سے اور کیوں پھوٹتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، غیروں کی کاسہ لیسی بند کریں، اپنے فیصلے اپنے دماغ اور مفاد کے تحت کریں، کافروں بالخصوص مسلمانوں کے دشمنوں کی پالیسیوں کو اپنے عوام پر مسلط نہ کریں بلکہ تمام مسلم ممالک جسد واحد کا نمونہ بن کر دنیا بھر کے مسلمانوں کا دفاع کرنا اپنی ذمہ داری سمجھیں۔ اسی طرح امریکا اور مغرب اپنے دوغلے اور دوہرے کردار کو ختم کرے۔ پھر اہل دنیا کو سکون مل سکتا ہے، ورنہ وہ دن دور کہ یہ دنیا اور آبادیاں جنگل اور جنگلی قانون کا منظر پیش کریں گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

اسلام انسانیت کی کامیابی کا ضامن

مولانا محمد ساجد قاسمی، استاذ دارالعلوم دیوبند

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اسے غیرمعمولی ظاہری اور معنوی خوبیوں سے آراستہ کیا، اس کے اندر مختلف تقاضے وضروریات رکھیں اور اس کی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل کا بھی انتظام فرمایا۔ انسان چونکہ جسم وروح کے مجموعے کا نام ہے، اس لئے اس کے ساتھ دونوں قسم کے ضرورتیں لگی ہوئی ہیں، جسمانی بھی اور روحانی بھی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی ضروریات پوری کرنے کے لئے وسیع وعریض کائنات پیدا کی اور اس کے لئے مسخر کردیا، چنانچہ آسمان وزمین، چاند وسورج، پانی وہوا، بہتے ہوئے سمندر اور دریا اور زمین کے مادی ذخائر وغیرہ سب کے سب انسان کے لئے پیدا کئے، اسے یہ صلاحیت دی کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائے اور اپنی جسمانی و مادی ضروریات کی تکمیل کرے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی ضرورت پوری کرنے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی ضرورت کی تکمیل کے لئے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا پیغام دے کر بھیجا، پیغام یہ تھا کہ انسان کو خدائے واحد کی عبادت کی دعوت دیں، اسے اس کی زندگی کا نصب العین بتائیں اور اسے اس کائنات کی تخلیق کے مقصد سے آگاہ کریں۔

تمام انبیاء کرام نے خدا کا پیغام اپنی قوموں کو پہنچایا، لیکن تمام قوموں کا خدائی پیغام کے تئیں ردعمل انتہائی غیرمناسب رہا، انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی، ان کا مذاق اڑایا اور ان سے عذاب کا مطالبہ کیا۔ انبیاء کرام کے مشن کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے بھی نافرمان قوموں کو ایک ایک کرکے ہلاک کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ پر انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، آپ پر آخری کتاب نازل فرمائی، اب اس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی۔ آپ کے لائے ہوئے خدائی پیغام کو اسلام کہا جاتا ہے، یہ آخری پیغام ہے، یہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ہے، اس میں پوری انسانیت کے لئے فلاح وکامرانی کی ضمانت ہے، دنیوی فلاح وکامرانی بھی اور اخروی بھی۔

اسلام ایک دین کامل اور مکمل دستور حیات ہے، انسانی زندگی سے متعلق اس میں واضح تعلیمات و ہدایات موجود ہیں اور اس میں قیامت تک آنے والے مسائل کا حل بھی موجود ہے، اسلام نے انسانی تاریخ میں غیرمعمولی انقلاب برپا کیا، اسلامی تاریخ اس کی شاہد ہے۔

اسلام نے تقریباً تیرہ صدیوں تک انسانیت کی قیادت کی، اس کی قیادت کا دور پوری انسانیت کے لئے خیر کا دور تھا، نہ صرف مسلمانوں، بلکہ غیرمسلموں کو بھی اس کی قیادت وحکمرانی کے زمانے میں مکمل آزادی، حقوق اور امن وامان حاصل رہا، دیگر اقوام کے ساتھ رواداری وخیرخواہی کی جو مثالیں دور اسلام میں ملتی ہیں، وہ نہ اس سے پہلے ملتی ہیں، نہ اس کے بعد۔

لیکن بدقسمتی سے عالمی قیادت اسلام کے بجائے مغربی اقوام کے ہاتھوں میں پہنچی، ۱۹۲۳ء میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا، اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے مغربی حکومتوں کے زیرتسلط آتے چلے گئے اور پوری دنیا پر مغربی تہذیب کا تسلط ہوگیا، چونکہ دنیا کے بہت سے ممالک مغربی حکومتوں کی نوآبادیات میں شامل تھے، اس لئے ان میں مغربی طرز زندگی بڑی تیزی سے پھیلا۔ اسی طرح صنعتی اور تیز رفتار ذرائع ابلاغ نے بھی مغربی طرز زندگی اور مغربی تہذیب کے پوری دنیا میں پھیلنے میں زبردست کردار ادا کیا۔

مغربی تہذیب ایک خالص مادی تہذیب ہے، اس کے تمام فلسفے ونظریات مادی ہیں، اس تہذیب کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس میں خدا کا کوئی تصور ہے نہ آخرت کا اور نہ اس میں انسان کی روحانی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل کا کوئی سامان ہے، چونکہ یہ خالص مادی تہذیب ہے، اس لئے اس میں تمام انسانی سرگرمیوں کا محور دنیاوی منافع، مادی وسائل

اور اعلیٰ معیار زندگی کا حصول ہے۔انسان کے لئے اپنی مادی ہوس پوری کرنے کے لئے اس میں حدود ہیں اور نہ بندشیں۔

اس تہذیب کے زیر اثر انسان اپنے مقصد زندگی سے ناواقف ہے اور اس وسیع وعریض کائنات کی مقصدیت سے بھی نابلد ہے۔وہ داخلی بے چینی اور ناصبوری وناشکیبائی کا شکار ہے۔اس کا خاندانی نظام درہم برہم ہورہا ہے۔اس تہذیب کا ایک اہم حصہ جدید دریافتیں ہیں، جو دریافتیں انسانیت کے لئے مفید ہیں، وہ یقیناً قابل قدر ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سی دریافتوں کا استعمال غلط ہورہا ہے۔اسی کے ساتھ تباہ کن جدید ہتھیار بھی اسی تہذیب کی دَین ہیں۔اس نے تباہ کن ہتھیاروں اور زہریلی گیسوں کی شکل میں انسانیت کی خودکشی کا سامان بہم پہنچایا ہے۔نیز لہوولعب کے نت نئے سامان آرہے ہیں، جنہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لہوولعب ہی مقصدِ زندگی ہے۔

جس وقت عالم اسلام پر مغربی تہذیب کی یلغار ہوئی، اس وقت ضرورت اس کی تھی کہ عالم اسلام میں ایک ایسا طبقہ کھڑا ہوتا، جسے ایک طرف تو اسلام کی صلاحیت اور آفاقیت پر پورا یقین ہوتا اور دوسری مغربی علوم اور فلسفوں پر استاذانہ نظر ہوتی۔ یہ طبقہ مغربی تہذیب کا بے لاگ تنقیدی جائزہ لیتا، اس کے مفید اور مضر پہلوؤں کی نشاندہی کرتا اور ان علوم اور فلسفوں کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا جو اسلام کے فکری نظام سے ہم آہنگ ہیں اور ان افکار ونظریات کا بھی تعین کرتا جو اسلامی عقائد سے متصادم ہیں۔

لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر ایسا نہ ہوسکا۔ایک وجہ اس تہذیب سے غیر معمولی مرعوبیت تھی، جس وقت عالم اسلام میں مغربی تہذیب کی آمد ہوئی، چونکہ یہ ایک تازہ دم اور طاقتور تہذیب تھی، اس لئے اس سے مرعوبیت عام تھی۔ایسا کوئی طبقہ تیار نہ ہوسکا جو اس کا تنقیدی جائزہ لیتا، اس کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرتا، اسلامی ممالک کے لئے لائحہ عمل تیار کرتا جس میں ایک طرف مکمل اسلامی روح ہوتی اور دوسری طرف مغرب کے مفید علوم بھی ہوتے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ خود عالم اسلام مغربی حکومتوں کی نوآبادیات بن چکا تھا، اس لئے اسلامی حکومتوں کا اس کے مقابلے میں کوئی ٹھوس موقف اختیار کرنا ممکن نہ رہا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ خود عالم اسلام میں مغربی تہذیب کا ایک نمائندہ طبقہ پیدا ہوگیا، یہ تھا مغربی تعلیم یافتہ طبقہ، اس نے مغربی طرزِ زندگی کو نہ صرف اپنایا بلکہ جدت پسندی کے نام پر اس کی دعوت دی اور اپنے دائرہ اختیار میں اسے نافذ بھی کیا۔اس طبقے نے ہر مغربی چیز کو مقدس سمجھ کر اپنانا شروع کردیا، چنانچہ انگریزوں کی طرح کتا پالنا، کوٹ پینٹ پہننا، ٹائی لگانا اور اسلامی زبان کے رسم الخط کے بجائے لاطینی رسم الخط اپنانے کو ترقی کی معراج سمجھا۔علامہ اقبال نے اس جدت پسندی کی تحریک کو دیکھ کر کہا تھا:

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

استعماریت کا دور ختم ہوا، اسلامی ممالک کو بھی مغرب کے سیاسی استعمار سے آزادی ملی، لیکن وہ مغرب کی فکری غلامی میں آج بھی جکڑے ہوئے ہیں۔وہاں مغربی طرز حکومت، مغربی نظام تعلیم اور مغربی طرز زندگی رائج ہے۔مغرب کی سیاسی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد بھی وہ نہ صحیح اسلامی حکومت قائم کرسکے، نہ ہی اپنا مستقل نظام تعلیم تشکیل دے سکے اور نہ اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں پر ڈھال سکے۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں مادیت کا سیلاب دن بدن بڑھتا جارہا ہے، اسلامی روح رفتہ رفتہ نکلتی چلی جارہی ہے اور مغربی تہذیب کے تباہ کن اثرات تیزی سے پھیلتے جارہے ہیں۔

آج پوری انسانیت مغربی تہذیب کے اثرات بد سے تباہی کے دہانے پر ہے، اگر انسانیت فلاح وکامرانی چاہتی ہے تو اسے اسلام کی طرف لوٹنا ہوگا۔ زندگی کے مختلف میدانوں میں اس کی رہنمائی لینی ہوگی۔انفرادی زندگی میں بھی اور اجتماعی زندگی میں بھی۔زمام قیادت اسلام کے ہاتھ میں دینی ہوگی۔ انسان خدا کی مخلوق ہے اور اسلام خدا کا قانون ہے، خدا کی مخلوق کے لئے خدا کا ہی قانون موزوں ہے، اس قانون اور نظام کے سامنے انسانوں کے خودساختہ نظام ہائے زندگی اور قوانین ناقص اور بونے ہیں، یہی واحد نظام ہے جو انسانیت کی فوزوفلاح کا ضامن ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، مئی ۲۰۱۴ء)

نہیں کوئی تیرے سوا میرا

جو ملے حیات خضر مجھے — اور اُسے میں صرف ثنا کروں
تیرا شکر پھر بھی ادا نہ ہو — تیرا شکر کیسے ادا کروں؟
نہیں کوئی ترے سوا میرا — جسے یاد تیرے سوا کروں
میں بہت ہی عاجز و بے نوا — ترے آگے میری بساط کیا
میں کہا کروں! تُو سنا کرے — تُو دیا کرے، میں لیا کروں
ترے در پہ خم رہے سر میرا — تیری رحمتوں میں گزر میرا
کوئی بھول ہو تو معاف کر — مجھے بخش دے جو خطا کروں

مرسلہ: محمد التمش، لاہور

دلائل نبوت

مولانا عبدالحلیم کانپوری، کراچی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں کسی نووارد نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ دریافت کی تو آپ نے اس ایک مختصر جملہ میں آپ کی پوری سوانح عمری بیان فرمادی کہ: ''کان خلقہ القرآن'' یعنی آپ کی عادت جبلت خصلت وہی تھی جو قرآن ہے گویا دریا کوزہ میں بند کردیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو دنیا کی تمام کتب سیر ایک طرف اور ام المومنینؓ کا یہ جملہ ایک طرف۔ چنانچہ اگر ان دونوں میں موازنہ کیا جائے تو سیرت کی کتب مطولات میں بھی وہ بات نہ ملے گی جو ام المومنینؓ نے اس مختصر جملہ میں حق سیرت بیان ادا کیا ہے اس بنا پر آپ کی پوری سیرت طیبہ تک اس وقت تک رسائی نہیں ہوسکتی جب تک قرآن مجید کی گہرائی تک نہ پہنچا جائے اور یہ ایسی بات ہے جس پر چودہ سو برس گزرنے پر بھی پوری رسائی نہ ہوسکی، چنانچہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس شعر میں اسی نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہ افہام الرجال

یعنی قرآن میں تو تمام علوم ہیں مگر فہم انسانی وہاں تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر ہے۔

ام المومنینؓ کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جسے آپ کے معمولات وخصائل جاننا ہو یا چہرۂ انور کی زیارت کی تمنا ہو وہ اسے قرآن مجید کے آئینہ میں دیکھے، لیکن بایں ہمہ یہ اصل بھی مسلمہ ہے کہ ''مالا یدرک کلہ لایترک کلہ'' کہ جو چیز پوری حاصل نہیں ہوسکتی تو اسے بالکل چھوڑا بھی نہیں جاتا بلکہ جتنی ملتی ہے اسی کو غنیمت سمجھا جاتا ہے اسی لئے ہر سیرت نگار اپنی بساط کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر سے اپنا دامن سعادت بھر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو آخری نبی ورسول بنا کے بھیجا اور قیامت تک کے لئے سارے عالم کے لئے آپ کے توسط سے وہ تمام امور ظاہر فرمائے جو قیامت تک سارے عالم کی ضروریات کے لئے کافی ہیں اور پھر یہ اتنے جامع ومکمل ہیں کہ ان میں نہ کچھ گھٹایا جاسکتا ہے نہ بڑھایا جاسکتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت کو اپنی رحمت گردانا ہے اور اپنی رحمت کو سب رسالت فرمایا ہے: ''وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین'' اسی لئے ضروری ہے کہ آپ کی ذات مقدس سے دنیا میں بلاامتیاز جنس ونوع سب کو نفع پہنچے اور ہر ذی روح کو تمتع حاصل ہو یہ تو ذات عالی کے ظاہری برکات ہیں جو سب کو حاصل ہیں لیکن برکات باطنی صرف آپ کی سیرت طیبہ معلوم کر کے اُن پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہوتے ہیں اور آپ کی سیرت طیبہ میں سب سے ارفع واعلیٰ آپ کی نبوت ورسالت ہے جو آپ پر ختم کردی گئی ہے، اب اگر آپ کے بعد کوئی کسی طرح کی نبوت کا دعویٰ کرے تو اُسے آپ نے دجال فرمایا ہے کہ: ''دجال اکبر کے علاوہ میرے بعد تیس دجال اور بھی ہوں گے جن کا دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، حالانکہ میں آخری نبی ہوں'' یہ بھی فرمایا کہ: ''قصر نبوت میں ایک اینٹ باقی تھی اور مجھ سے یہ قصر قیامت تک کے لئے بالکل مکمل ہوگیا۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چار قسم کے دلائل بیان فرمائے ہیں جو آپ کے لئے مخصوص ہیں اور اُن سے ہر مفتری وکذاب عاری ہے۔ ان میں سے ایک دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ: ''ہم نے تمام انبیاء کو آپ کے بعثت کی اطلاع دے دی تھی اور اُن سے اُن کی امتوں سے یہ عہد لے لیا تھا کہ اگر وہ آپ کا عہد مسعود پائیں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی فرمانبرداری کریں (قادیانیوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء سے۔ نعوذ باللہ۔ دجال قادیان پر ایمان لانے اور اس کی پیروی کرنے کا عہد لیا گیا) اور ہم نے انبیاء کی کتابوں میں آپ کی شناخت کی ایسی علامات بیان کردی تھیں جن سے ہر عالم وجاہل اور ہر فہیم وغبی آپ کو بآسانی شناخت کرسکے'' چنانچہ توریت وانجیل کی بشارت کو امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ''بشائر النبیین'' میں جمع بھی کردیا ہے۔ یہود ونصاریٰ کے علاوہ دوسرے مذاہب کی کتابوں میں بھی ایک آخری مصلحؑ کی آمد کی بشارتیں پائی جاتی ہیں جنہیں بعض علماء نے جمع بھی کیا ہے، چنانچہ تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ بعض یہود ونصاریٰ نے اپنی کتب کی علامات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شناخت کیا اور ایمان لائے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی قوم اپنی مذہبی کتاب کو آسمانی کہے اور اس میں آپ کا ذکر خیر نہ ہو تو یہ اس بات کی پہلی علامت ہے کہ وہ کتاب ہرگز آسمانی نہیں، چنانچہ ہندوؤں کی وید شاستر میں بھی ایک (مہابت) کی خبر ملتی ہے جو دراصل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسم گرامی کی تحریف ہے۔ چنانچہ ہر قوم کے آخری مصلح کے انتظار کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: ''لم یکن الذین کفروا من اھل

الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ "(یعنی کفار و مشرکین اُس وقت تک اپنے دین سے ہٹنے والے نہ تھے جب تک اُن کے پاس اُن کے دین کے خلاف واضح دلیل نہ آجائے (اور وہ دلیل ایک ایسا) رسول ہے جو اللہ کی طرف سے ہو اور وہ اُنہیں ایسے پاک صحیفے سنائے جن میں اُس کے صدق کے واضح دلائل ہوں) آگے اُن کا تعصب بیان کیا ہے کہ ایسا رسول آنے کے بعد بھی انہوں نے اس کا انکار کیا، حالانکہ اُس کی تعلیم تھی کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور نماز و زکوۃ ادا کرو جو عقل و فطرت کے مطابق ہے اور آپ سے پہلے بھی تمام انبیاء کی یہی تعلیم تھی:

خلق تھی جس کے قدوم میمنت کی منتظر
وہ سراپا رحمت پروردگار آہی گیا
(حلیم)

دوسری دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کی ولادت سے وفات تک آپ کے حالات پر غور کرو تو آپ کی ہر حالت و کیفیت فطرت سے ایسی بالاتر نظر آئے گی جو نہ آپ سے پہلے کسی کو حاصل تھی اور نہ آپ کے بعد قیامت تک کسی کو نصیب ہوسکتی ہے۔"ام لم یعرفوا رسولھم فھم لہ منکرون "(کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا جو یہ لوگ ان کا انکار کررہے ہیں)"یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم " (یہ منکرین آپ کو اُسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو)"فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ "(پھر جب وہ رسول ان کے پاس آ گئے جن کو انہوں نے پہچان بھی لیا تو ان کا انکار کردیا)"لھم اٰیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل "(ان کے لئے (آپ کے رسول ہونے کی) یہ بھی علامت ہے کہ آپ کو علماء بنی اسرائیل پہچانتے ہیں) چنانچہ انہی علامات کے آپ پر منطبق ہونے پر بڑے بڑے علماء یہود و نصاریٰ ایمان لائے۔

تیسری دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ آپ کے اصحاب کے حالات پر نظر ڈالو کہ یہ لوگ آپ کی رسالت سے پہلے کیسی جہالت و گمراہی میں مبتلا تھے، پھر آپ کی صحبت و فرمانبرداری سے یہ لوگ کیسے ممتاز و فائق ترین اخلاق و کمالات ظاہری و باطنی تک پہنچ گئے، اگر استاد کامل نہ ہو تو شاگرد کیسے کامل ہوسکتا ہے؟

چنانچہ آیات ذیل میں اسی کی وضاحت ہے:

"مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا" (الفتح ۲۹)

ترجمہ: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں (اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ) وہ لوگ جو آپ کے اصحاب ہیں وہ کفار کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں بڑے شفیق و مہربان تم انہیں ہمیشہ رکوع و سجدہ میں مشغول دیکھو گے (اور یہ رکوع و سجود کسی کے دکھانے کو یا خلق سے نہیں بلکہ وہ اس سے) اللہ کا فضل و کرم اور مغفرت حاصل کرتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں کا وہ نور ہے جو سجدوں کے اثر سے پیدا ہوتا ہے، ان کے یہ حالات توریت میں مذکور ہیں اور انجیل میں ان کی مثال اس کھیتی کی ہے جس نے انکوا نکالا ہو پھر اسے مضبوط کیا ہو پھر وہ تناور بن کر اپنے تنے پر اس طرح قائم ہو کہ کاشتکاروں کو خوشی ہوتی ہو (اور ان کو یہ شان اس لئے عطا فرمائی) تاکہ کفار ان پر جلتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور پسندیدہ اعمال کئے بخشنے اور بڑا اجر دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔"

چوتھی دلیل جو بیان کی گئی ہے درحقیقت وہ ایسی دلیل ہے جو قیامت تک آپ کی رسالت و ختم نبوت کے لئے بُرہان قاطع ہے اور وہ آپ کی تعلیمات ہیں، ان میں پہلا درجہ قرآن مجید کا ہے اور دوسرا آپ کی احادیث مبارکہ کا جس طرح آپ اللہ کے آخری رسول ہیں، اسی طرح قرآن مجید بھی اللہ کی طرف سے آخری کتاب ہے اور چونکہ قیامت تک اب اور کوئی شریعت آنے والی نہیں ہے، اس لئے اللہ نے اس کی ہر طرح کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا ہے جو اس کے کلام الٰہی ہونے کی بھی دلیل ہے اور جس طرح آپ کی رسالت پر عقلی دلائل ارشاد فرمائے اسی طرح اس قرآن پر جو ہمارے ہاتھوں میں ہے (سامرہ کے غار میں نہیں) اس کے کلام الٰہی ہونے پر بھی عقلی دلائل ارشاد فرمائے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرمایا کہ اگر تمہیں اس کے کلام الٰہی ہونے میں شک ہو (اور تم اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف سمجھتے ہو) تو تم بھی اگر اتنی بڑی کتاب نہ سہی، کم از کم ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ ہی بنالاؤ اور تمہارے زعم باطل میں تو یہ کتاب تنہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی ہے مگر تم سارے عالم کو اور اپنے فرضی معبودوں کو اور روئے زمین کے تمام جن و انس کو جمع کرکے اس کے ساڑھے چھ ہزار سے زائد آیات کے مقابلہ میں اس کے مثل ایک ہی آیت بنالو، لیکن تم کبھی اس میں کامیاب نہ ہوسکو گے، اس چودہ سو سال کے اندر بھی ساری دنیا کی اس کا مثل بنانے سے عاجزی اس کے کلام الٰہی ہونے کی واضح دلیل ہے باوجودیکہ جس طرح آج یہود و نصاریٰ میں بڑے بڑے عربیت کے ماہر علماء و مصنفین موجود ہیں اسی طرح اب سے پیشتر بھی ہر زمانہ میں رہے ہیں مگر آج تک کسی کو ایک آیت بنانے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ ☆☆

اصلاحِ معاشرہ اور ہماری ذمہ داری

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

دنیا کی یہ خصوصیت تو ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں کہ یہ پریشانیوں کا گہوارا ہے، مصائب وآلام کا گھر ہے اور افکار وحوادث کی آماجگاہ ہے۔ مگر نئے زمانے کے نئے تقاضوں نے جن آفتوں کو جنم دیا (اور جن میں روزافزوں ترقی ہورہی ہے) ان کی مثال شاید کسی پہلے زمانے میں ڈھونڈنا عبث ہے اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ابھی کیا کیا نقشے پیش آنے والے ہیں۔ صحیح بخاری میں زبیر بن عدی سے روایت ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک صحابی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حجاج کی چیرہ دستیوں کی شکایت کی تو فرمایا:

"صبر کرو! کیونکہ تم پر جو زمانہ بھی آئے گا اس کے بعد کا زمانہ اس سے بدتر ہوگا، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو، یہ بات میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔"

(مشکوٰۃ،ص:۴۶۲)

دنیا میں پیش آنے والی آفات کی بظاہر دو قسمیں ہیں، بعض تو وہ ہیں جن کے اسباب اختیاری ہیں اور بعض بظاہر انسانی قدرت واختیار سے خارج ہیں اور اگر دقت نظر سے جائزہ لیا جائے تو بیشتر آفات ومصائب جو غیر اختیاری نظر آتے ہیں وہ بھی درحقیقت ہماری ہی بدعملیوں کی سزا ہوا کرتی ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر۔"

ترجمہ: "اور جو پڑے تم پر کوئی سختی سو وہ بدلہ ہے اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے، اور معاف کرتا ہے بہت سے گناہ۔"

(الشوریٰ:۳۰،ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس زمانے میں بہت سی آفات تو ہم نے اپنے اوپر باختیار خود لاد رکھی ہیں اور جن آفتوں کا نزول بدعملیوں کی بدولت ہورہا ہے، ان کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔

حق تعالیٰ کے یہاں قانون یہ ہے کہ جیسا جرم ہو سزا اسکے مناسب دی جاتی ہے۔ جرم خفیہ ہو تو سزا بھی خفیہ اور جرم اعلانیہ ہو تو سزا بھی علانیہ۔ جرم انفرادی ہو تو سزا بھی انفرادی اور جرم اجتماعی ہو تو سزا بھی اجتماعی رنگ میں دی جاتی ہے۔ آج جو سزائیں پورے اجتماع ومعاشرے کو بلکہ کہنا چاہئے کہ کم وبیش پوری دنیا کو مل رہی ہیں اور جن کی وجہ سے کیا امیر، کیا غریب، کیا مرد کیا عورت، کیا چھوٹے کیا بڑے، کیا اچھے اور کیا بُرے سبھی پریشان وفریاد کناں ہیں، یہ سب ہمارے اجتماعی گناہوں کا ثمرہ ہیں۔ جب فسق وفجور علانیہ ہورہا ہو، جب خدا تعالیٰ کی باندھی ہوئی حدوں کو کھلے بندوں توڑا جانے لگے۔ جب خدا اور رسول کی شان میں بے ادبیاں عام طور سے گلی کوچوں میں ہونے لگیں اور جب شر کے شرارے چاروں طرف پھیل جائیں اور کوئی ان کی روک تھام کرنے والا نہ ہو تو خدا کا اٹل قانون حرکت میں آتا ہے اور مجرموں کے ساتھ نیک لوگوں کو بھی آفات اور فتنوں کی چکی میں پیس دیا جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ امہات المومنینؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر دریافت کیا تھا: "انھلک وفینا الصالحون"... کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک کردیئے جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ موجود ہوں؟... جواب میں آپ نے فرمایا: "نعم اذا کثر الخبث"... جی ہاں! جب بُرائی اور خباثت کی کثرت ہوجائے تو یہی ہوگا...۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تمہیں بھلائی کا حکم کرنا ہوگا اور بُرائی سے باز رکھنا ہوگا، ورنہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کردیں گے، پھر تم دعائیں کروگے تو تمہاری دعائیں بھی نہیں سنی جائیں گی۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ہے کہ:

"لوگ جب بُرائی کو پھیلتا ہوا دیکھیں اور قدرت کے باوجود اسے بدلنے اور مٹانے کی کوشش نہ کریں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ ان کو عذاب عام کی لپیٹ میں لے لیں گے۔"

(مشکوٰۃ،ص:۴۳۶)

اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے اہل علم واقف ہیں۔

ایک طرف ان ارشادات نبوت کو رکھیں اور

دوسری طرف خود اپنا اور اپنے معاشرے کا جائزہ لیں، وہ کون سی بُرائی ہے جو اس وقت وبائے عام کی طرح پھیلتی نظر نہیں آتی اور کتنے لوگ ہیں جو بُرائیوں کے مٹانے کے لئے کمربستہ ہیں؟ دوسری بُرائیاں تو اپنی جگہ رہیں، ہماری آنکھوں کے سامنے لوگ مرتد ہو رہے ہیں اور قریب قریب وہ نقشہ بن رہا ہے جس کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں دی تھی:

"ان فتنوں سے پہلے اعمال کی طرف سبقت کرو، جو سیاہ رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے، آدمی صبح کو مومن اٹھے گا۔ شام کو کافر ہوگا۔ شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر اٹھے گا، وہ دنیا کے چند ٹکوں کے بدلے اپنا دین بیچتا پھرے گا۔"

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ ص:۴۶۲)

لیکن ان تمام رُوح فرسا حالات کو دیکھنے کے بعد بھی دیندار حضرات میں کوئی حس و حرکت محسوس نہیں ہوتی اور جو لوگ اپنے جہل و حماقت کی وجہ سے دین و ایمان سے محروم ہو رہے ہیں ان کے بچانے کے لئے کوئی فکرمند نظر نہیں آتا اور یہ دردناک صورت حال پوری قوم پر عذابِ الٰہی کو دعوت دے رہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں بستی کو اس کے مکینوں سمیت الٹ دو، انہوں نے عرض کیا:

"بارالٰہا! وہاں تیرا فلاں بندہ بھی رہتا ہے جس نے آنکھ جھپکنے کی مدت میں بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ حکم ہوا کہ اس کے سمیت اس بستی کو الٹ دو، اس لئے کہ اس کی پیشانی پر میری خاطر کبھی شکن نہیں پڑی۔"

(مشکوٰۃ ص:۴۳۹)

اس وقت ہمارا روئے سخن ان لوگوں کی طرف نہیں جو خود جرائم میں مبتلا ہیں، بلکہ ان نیک پاک اور مقدس حضرات کی طرف ہے جو حاجی نمازی اور دیندار کہلاتے ہیں، مگر انہیں اپنے انفرادی اعمال کے بعد شر اور بُرائی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوئی فکر نہیں۔ ان کے پڑوس میں لوگ بے نمازی مرتے ہیں تو مرتے رہیں، بے کلمہ مرتے رہیں تو مرا کریں۔ مرتد ہوتے ہیں تو ہوا کریں، علانیہ فسق و فجور میں مبتلا ہیں تو ہوتے رہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ان پر کسی کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

بالخصوص حضرات علماء کرام سے گزارش کرنا ہے جو امانت نبوت کے حامل ہیں، اور امت کی اصلاح، معروف کے پھیلانے اور منکرات کے مٹانے کی ذمہ داری جن پر بطور خاص عائد کی گئی ہے۔ وہ جس بستی میں، جس شہر میں، جس محلے میں رہتے ہیں، کیا انہوں نے خلق خدا کی رہنمائی اور دعوت الی اللہ کا کوئی ٹھوس نظام قائم کر رکھا ہے؟ کیا ان کی ساری توانائیاں اور ان کی ساری صلاحیتیں باطل کو مٹانے اور بُرائی کا قلع قمع کرنے میں خرچ ہو رہی ہیں؟ کیا انہوں نے گھر گھر جاکر اور ایک ایک کو بلاکر موعظت و نصیحت اور خیر خواہی کے سارے اسلوب آزما دیکھے ہیں؟ افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی اور یکسر نفی میں ہے۔ بلاشبہ دینی معاہد کا کام کر رہے ہیں، کوئی شک نہیں کہ مسجدوں میں بھی کچھ لوگ آجاتے ہیں، اور یہ بھی درست ہے کہ جلسوں، کانفرنسوں، خطبوں، مجلسوں اور وعظوں کی شکل میں بھی دین کی تھوڑی بہت باتیں کانوں میں ڈالی جارہی ہیں مگر شر کا سیلاب جس رفتار سے بڑھ رہا ہے، بدی کی قوتیں جس عزم و ہمت اور منصوبہ بندی کے ساتھ اپنی دعوت منظم شکل میں پھیلا رہی ہیں اور شیطان نے خلق خدا کو بہکانے کے لئے جس طرح قدم قدم پر اپنے جال پھیلا رکھے ہیں، اہل خیر و صلاح کی کوششیں (اگر ان کوششوں کا نام دینا صحیح ہو) اس سطح کی تو کیا ہوتیں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔

اور پھر جو کچھ ہے وہ بھی خاص اسی حلقے کے لئے ہے جو دین کی طلب اپنے اندر رکھتا ہے اور جو خود طالب بن کر دین کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے آتا ہے، لیکن بدقسمتی سے قوم کو "سقوطِ اشتہا" کا مرض لاحق ہے، اس کے اندر دین کی طلب اور پیاس ہی باقی نہیں رہی۔ ایک تندرست شخص کے لئے آپ نے خورد و نوش کا سارا سامان مہیا کر دیا۔ اسے جب بھوک پیاس ستائے گی وہ از خود غذا کے لئے بے قرار ہوگا، لیکن جس مریض کی اشتہا ساقط ہو چکی ہو اور اسے غذا کی رغبت کے بجائے اس سے نفرت ہوگئی ہو اس کے لئے اچھے سے اچھے کھانوں کا اہتمام بے سود ہے۔ اس کی خیر خواہی یہی ہو سکتی ہے کہ اس کی اشتہا بحال کرنے کی تدبیر کی جائے، اسے کسی معالج کے پاس لے جائیں اور اگر اس کا وہاں جانا ممکن نہ ہو تو معالج کو گھر پر بلالائیں، تبدیلی آب و ہوا کی ضرورت ہو تو اس کا ماحول بدلیں اور جب اس کی اشتہا عود کر آئے تو اسے مناسب غذائیں دینا شروع کریں۔ ٹھیک یہی حالت اس وقت مسلمان معاشرے کی ہے۔ اس کے ذہن و تصور پر مادیت اور شیطانی ماحول کا اس قدر تسلط ہے کہ دین کی رغبت و اشتہا کالعدم ہے۔ دینی مراکز موجود ہیں، اس کی تعلیم و تربیت کا پورا سامان مہیا ہے، مگر اسے دین ہی سے نفرت و بیزاری ہو چلی ہے اور مرض نے بڑھتے بڑھتے خوفناک شکل اختیار کر لی ہے، ایسی حالت میں ناخدایانِ ملت کا فرض یہ ہے کہ مسلمانوں میں دین کی طلب و اشتہا پیدا کرنے کی تدبیر کی جائے اور جس طرح ایک وبائی مرض پر قابو پانے کے لئے تمام ممکنہ تدابیر بروئے کار لائی جاتی ہیں اور اس کے لئے پوری قوم فکرمند ہوتی ہے اسی طرح موجودہ صورت حال کی اصلاح کے لئے ملت کے ایک ایک فرد کو فکرمند ہونے اور خدا کے بندوں کو اس سیلاب وبا سے بچانے کے لئے فکرمند

ہونے کی ضرورت ہے۔

ہماری موجودہ کوششیں پیاسے کو سیراب کرنے کے لئے تو کافی ہیں، مگر جو مسکین پیاس ہی سے محروم ہو چکے ہیں ان کے لئے نہ مساجد کی کوئی اہمیت ہے، نہ مدارس کی، نہ علم کی، نہ علماء کی، نہ دین کی، نہ دینداروں کی...اسی کا نتیجہ ہے کہ معاشرے پر برائی کا دباؤ برابر بڑھ رہا ہے اور بڑے بڑے جری اور حق گو حضرات بھی پاشکستہ ہو کر "سکوت مصلحت آمیز" میں عافیت سمجھتے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ والد بزرگوار اگر عالم و فاضل، حاجی نمازی اور تہجد گزار تھے تو اولاد کٹر بے دین، ملحد اور عقل و شرافت تک سے عاری ہو رہی ہے.... اور اسی کا نتیجہ ہے کہ بہت سی برائیوں کی نفرت ہی دل سے نکل گئی ہے۔کل جو کام لُچوں اور لُچوں لفنگوں کے سمجھے جاتے تھے اور جنہیں معاشرہ بے حد نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا (بلکہ کہنا چاہئے کہ دیکھ نہیں سکتا تھا) آج وہ شرفاء کے گھروں میں، دیندار، حاجی نمازیوں کے گھروں میں بغیر کسی روک ٹوک کے ہو رہے ہیں۔خصوصاً عورتوں کی بے حجابی اور ریڈیو، فلم اور ٹی وی کے فتنوں نے عقل و شرافت کی ساری قدروں کو پامال کر ڈالا ہے۔

بعض لوگوں کے کان میں شیطان نے یہ پھونک دیا کہ "میاں! آج برائی کی اصلاح ممکن نہیں، زمانہ برا آ گیا ہے۔تم لاکھ کہو کون کسی کی سنتا ہے۔بس تم اپنے کام سے کام رکھو۔" اس القائے شیطانی کا اثر ہے کہ باطل اور شر نئے حوصلے، نئے عزم اور نئے ولولے کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے، مگر حق کے حاملین میدان وغا سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں اگر فسق و فجور کی پیش قدمی اور شر و باطل کی یلغار اسی طرح رہی اور داعیان حق ایک ایک کر کے گوشۂ عافیت میں پناہ لیتے رہے تو نوشتۂ دیوار سامنے ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان تمام گزارشات کا مدعا یہ ہے کہ خیر و صلاح کے تمام حاملین اور بالخصوص علماء امت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس آفت زدہ معاشرہ کو خدا کے غضب سے بچانے کے لئے آگے بڑھیں، جب پورے محلے اور بستی میں آگ پھیل جائے تو اس کا بجھانا ہر اس شخص پر فرض ہو جاتا ہے جس میں اس کی ذرا بھی صلاحیت اور ہمت ہو، جب کسی شہر اور بستی پر غنیم حملہ آور ہو جائے اس وقت میدان جہاد میں کود جانا ہر شخص پر فرض عین ہے، جسے فقہ کی زبان میں "نفیر عام" کہتے ہیں۔آج اسلامی معاشرہ فسق و فجور اور کفر و الحاد کی آگ میں جل رہا ہے اور اس آگ کے شرارے گلی گلی اور کوچے کوچے پھیل رہے ہیں۔آج اسلامی معاشرہ پر شر و باطل اور فسق و فجور کا غنیم حملہ آور ہے اور وہ تابڑ توڑ حملوں سے اسلامی عقائد، اسلامی اعمال، اسلامی اخلاق اور اسلامی معاشرت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلا ہوا ہے، آج ہر اس شخص پر جو ذرا بھی مالی، بدنی، لسانی طاقت رکھتا ہو، یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس آگ کو بجھانے اور اس غنیم کا منہ توڑنے کے لئے اپنی صلاحتیں بروئے کار لائے، اب بے فکری، عافیت کوشی اور ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں:

وگرنہ دیکھنا ساحل پہ سارے ڈوب جائیں گے

☆☆..........☆☆

مہمان اور میزبان کے متعلق آداب

معلم الاخلاق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

☆......جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ مہمان کی عزت کرے۔

☆......مہمان کے لئے اچھے یعنی پُر تکلف کھانے کا اہتمام ایک دن ایک رات ہونا چاہئے۔

☆......اور مہمانی تین دن تک ہے، اس کے بعد صدقہ ہوگا۔

☆......اور مہمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ وہ تنگ ہو جائے (یہ سب بخاری شریف سے لیا گیا ہے)۔

☆......جس کی دعوت کی گئی اور اس نے قبول نہ کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اگر کوئی شرعی عذر ہو جو دعوت قبول کرنے سے مانع ہو تو ایسی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

☆......اور جو شخص بغیر دعوت کے (کھانے کے لئے) داخل ہو گیا وہ چور بن کر اندر گیا اور لٹیرا بن کر نکلا۔(ابوداؤد)

☆......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ (رخصت کرتے وقت) مہمان کے ساتھ گھر کے دروازہ تک نکلے۔(ابن ماجہ)

(مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ)

سیرت وتاریخ نگاری اور علماء دیو بند

آخری قسط

مولانا عبدالرشید بستوی (استاذ حدیث جامعۃ الامام انورشاہ، دیوبند)

(۳۲) فلسطین کسی صلاح الدین کے انتظار میں، اردو:

تالیف: حضرت مولانا نور عالم صاحب خلیل امینی/ استاذ ادب عربی و ایڈیٹر ماہنامہ ''الداعی'' دارالعلوم دیوبند۔ یہ کتاب تقریباً ۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، ضخیم اور اپنے موضوع پر مفید اور اہم دستاویز ہے۔ اس میں فلسطین اور شام کی قدیم تاریخ، یہودیوں کے غاصبانہ تسلط واقتدار، مغرب اور یورپ کی ریشہ دوانیاں، امریکا و برطانیہ اور روس کی غیر منصفانہ، ظالمانہ، منافقانہ روش، نیز یہودیوں کے عربوں پر سفاکانہ حملوں اور ظلم وستم کا بھرپور، بے لاگ، منصفانہ اور مؤرخانہ تجزیہ کیا گیا، نیز معاہدۂ امن کے نام سے دھوکا دہی اور فراڈ کی مکمل روئیداد بھی بیان کی گئی ہے۔

(یہی کتاب عربی زبان میں ''فلسطین فی انتظار صلاح دین'' کے نام سے، حضرت مولانا مدظلہ کے قلم سے اشاعت پذیر ہوچکی ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ اردو کتاب درحقیقت اسی عربی کتاب کی شگفتہ اور تشریح آمیز ترجمانی ہے۔ اس لحاظ سے دونوں کتابوں کا مطالعہ اردو عربی ترجمہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ ع۔ ر بستوی)

(۳۳) اجودھیا کے اسلامی آثار، اردو:

تالیف: حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی/ استاذ دارالعلوم دیوبند۔ اس کتاب میں جہاں اجودھیا، ضلع فیض آباد یوپی میں واقع بابری مسجد (شہید) کی مکمل تاریخ بیان کی گئی ہے، وہیں یہاں کی بعض دیگر مساجد، خانقاہ، قدیم درس گاہوں اور یہاں کی زیرخاک آسودۂ خواب عباقرۂ روزگار علماء ومحدثین اور اولیاء وصلحا کی حیات وخدمات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام بھی اسی سرزمین میں مدفون ہیں، اس حوالے سے بھی اس کتاب میں گفتگو کی گئی ہے۔

(۳۴) اندلس میں اسلام، اردو:

تالیف: مولانا ضیاء الحق صاحب خیرآبادی/ مرتب مجلہ سراج الاسلام، اعظم گڑھ۔ اندلس (اسپین) کی سرزمین پہلی صدی ہجری کے وسط میں ہی اسلام کی ضیاء پاش کرنوں سے منور ہوگئی تھی۔ اس کے بعد سے کم وبیش ۷۰۰ رسال تک مسلمانوں نے یہاں حکومت کی۔ ان سات صدیوں میں ہر علم وفن کی سینکڑوں یگانہ روزگار شخصیات یہاں کی خاک سے اٹھیں۔ ان کے علوم ومعارف اور گراں بہا تصنیفات وتالیفات کا بڑا ذخیرہ تو ضائع ہوگیا، البتہ ان کا ایک معتدبہ حصہ آج بھی محفوظ اور موجود ہے اور دنیائے علم ان سے استفادہ کررہی ہے۔ اس سرزمین پر اسلام کب اور کیسے آیا؟ یہ عظیم دعوت وہاں پر کون لے کر پہنچا، اس دعوت کے وہاں کیسے اثرات مرتب ہوئے اور کیسے کیسے مردان کار پیدا ہوئے؟ ان سب امور پر مکمل اور مدلل بحث اس کتاب میں کی گئی ہے۔ اسی طرح وہاں سے مسلمانوں کے زوال اور بالآخر مکمل تطہیر کی المناک داستان بھی تاریخی حوالوں سے درج کی گئی ہے۔

(۳۵) ہندو مندر اور اورنگزیب کے فرامین، اردو:

تالیف: جناب مولانا عطاء الرحمن صاحب قاسمی/ سابق استاذ مدرسہ اسلامیہ امینیہ دہلی۔ انگریز مصنفین نے اور ان سے تحریک پاکر بعض متعصب ہندو مصنفین نے حضرت اورنگزیب عالمگیر کو انتہائی ظالم وجابر، ہندو رعایا پر مظالم کا پہاڑ توڑنے اور زور وزبردستی انہیں مذہب اسلام قبول کرانے والے بادشاہ کے طور پر پیش کیا۔ یہ بھی الزام لگایا کہ انہوں نے اپنے دور حکومت میں سینکڑوں ہندو مندروں کو مسمار کراکے ویرانہ میں تبدیل کردیا، وہاں مسجدیں تعمیر کرادیں۔ ان متعصب مصنفین ومورخین کی علمی بددیانتی جن دانشوروں، علماء اور پروفیسر حضرات نے طشت ازبام کی، ان میں ایک نمایاں نام محترم مولانا قاسمی کا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں حضرت اورنگزیب کی سچی تصویر پیش کرتے ہوئے، ان کی طرف سے ہندو مندروں اور مٹھوں کے لئے الاٹ کردہ وسیع وعریض جاگیروں اور سینکڑوں ایکڑ زمینوں کے تاریخی ثبوت، حضرت اورنگزیب کی تحریر کردہ ہدایات اور فرامین کی روشنی میں پیش کیا

ہے۔ اس وقیع اور اہم کتاب کی تالیف پر مولانا قاسمی بجا طور پر جملہ اسلامیان ہند کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(۳۶، ۳۸) علماء ہند کا شاندار ماضی، علماء اسلام کے مجاہدانہ کارنامے، خلافت راشدہ کا عہد زریں، اردو:

تالیف: مورخ اسلام حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندیؒ۔ انگریزوں نے اسلام سے مسلمانوں کا رشتہ کمزور کرنے اور بالآخر اسے ختم کردینے کے مذموم مقصد کی برآری کے لئے بہت سے حربے استعمال کئے، مکروہ پروپیگنڈے کئے اور ہر وہ قدم اٹھایا خواہ کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو، جو ان کے لئے مفید ثابت ہوسکے۔ انہی میں سے ایک مقصد مسلم عوام کو اپنے علماء و مشائخ سے بدگمان اور دور کرنا بھی تھا۔ علماء پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کی گئیں اور نہ جانے کتنی فرضی داستانیں ان کی طرف منسوب کرکے بیان کی گئیں۔ حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ نے انگریزوں کی ان مذموم حرکتوں کا نہایت محققانہ، معقول اور مدلل جواب دیا ہے۔ پہلی دونوں کتابوں میں اسی موضوع کا احاطہ کیا گیا ہے اور مختلف ادوار میں اسلامی ہند کے اندر علماء کرام نے جو مساعی جمیلہ صرف کیں اور جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، ان کا بھرپور تذکرہ کیا گیا ہے۔

جب کہ تیسری کتاب میں حضرات خلفاء راشدین کے مسعود و مبارک عہد کی برکات و ثمرات، اسلامی مملکت کے زیر نگیں علاقوں میں بے مثال امن و امان، عدل و انصاف، مساوات و یکسانیت اور وہاں کے باشندوں کے دینی، تعلیمی، اصلاحی، معاشرتی، اقتصادی اور تجارتی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس دور میں ہونے والی اسلامی فتوحات کا بھی وقیع تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۳۹) الہدیۃ السنیۃ فی ذکر المدرسۃ الاسلامیۃ الدیوبندیۃ، عربی:

تالیف: حضرت مولانا ذوالفقار صاحب دیوبندیؒ۔ بظاہر یہ رسالہ، دارالعلوم دیوبند کی تاریخ، تاسیس اور اس کے نظام و نصاب کی بابت لکھا گیا ہے اور اس کا اسلامی تاریخ سے کوئی رشتہ معلوم نہیں ہوتا، مگر غور سے پڑھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ یہ ادارہ اسلامیان ہند کی گزشتہ ڈیڑھ سو سالہ تابناک دینی و علمی تاریخ کا مرکز اور گہوارہ ہے۔ نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا کے بیشتر مسلم و غیر مسلم ممالک میں دینی تعلیم، دین اور عمل بالدین کی جو عظیم تحریک جاری ہے، وہ درحقیقت اسی مدرسہ کا فیض اور اسی کا امتداد ہے۔ اس طرح یہ کتاب محض ایک مدرسہ کی تاریخ ہونے کے بجائے، پوری ملت اسلامیہ کی گزشتہ ڈیڑھ سو سالہ تاریخ کی تمہید اور اس آفاقی ادارہ کی واقعاتی تاریخ ہے۔

(حضرت مولانا ذوالفقار صاحبؒ عربی و اردو: دونوں زبانوں کے بلند پایہ ادیب تھے۔ آپ نے سیرت نبوی پر لکھے گئے، منفرد قصیدہ ''قصیدہ بردہ'' کا اردو ترجمہ بنام ''عطر الوردہ'' کیا، نیز خود بھی نعت نبوی پر ۱۵۰ اشعار پر مشتمل عربی میں نہایت باوقار اور والہانہ قصیدہ لکھا۔ ع۔ر۔بستوی)

(۴۰، ۴۱) دارالعلوم دیوبند احیائے اسلام کی عظیم تحریک، دبستان دیوبند کی دینی و علمی خدمات، اردو:

تالیف: مولانا نظام الدین صاحب اسیر ادروی، استاذ جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب، بنارس۔ دارالعلوم نے مغل حکومت کے زوال کے ساتھ تیزی سے روبہ انحطاط مسلم سماج کو باز دین اسلام کی طرف لے جانے، اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت و اشاعت اور اسلامی تہذیب و تمدن کی شناخت باقی رکھنے کے لئے کیا کیا بیش بہا خدمات انجام دیں اور کیسی شخصیات کو پیدا کیا؟ پہلی کتاب میں اسی حوالے سے مفصل گفتگو کی گئی ہے، جب کہ دوسری کتاب میں علماء دیوبند کی علمی و تحقیقی خدمات متعلقہ تفسیر و حدیث پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ دونوں کتابیں اپنے موضوع پر بڑی مفید اور معلوماتی ہیں۔

خاتمہ: زیر گفتگو عنوان کے حوالے سے یہاں، بصرف معروف حضرات علماء دیوبند کی تصنیفی و تالیفی خدمات کا، اختصار کے ساتھ ایک سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ موضوع بڑا وقت طلب اور نہایت اہم ہے، خدا کرے کوئی باتوفیق فاضل ازغیب برآید واں کارے بکند۔ آمین۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند از سید محبوب احمد رضویؒ، تاریخ مظاہر علوم سہارن پور از مولانا سید محمد شاہد صاحب حسینی، علمائے مظاہر علوم کی دینی و علمی خدمات از مولانا حسینی صاحب، تاریخ ندوۃ العلماء لکھنؤ از مولانا شمس تبریز خانؒ، تاریخ دیوبند از سید محبوب احمد رضویؒ، تذکرہ علماء اعظم گڑھ از مولانا حبیب الرحمن قاسمیؒ، نزہۃ الخواطر ج:۸، از حضرت مولانا عبدالحئی حسنیؒ، رسالہ دارالعلوم اشاعت خاص بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۹۴ء مرتب مولانا حبیب الرحمن قاسمی، ماہنامہ الداعی اشاعت خاص، بموقع اجلاس صد سالہ دارالعلوم دیوبند مرتب مولانا بدر الحسن قاسمی، مساھمۃ دارالعلوم بدیوبند فی الادب العربی از ڈاکٹر زبیر احمد فاروقی)۔

☆☆......☆☆

قادیانی گروہ کے بارے میں سوالات اور

مجمع فقہ الاسلامی کی قرارداد

دوسری قسط

حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ب:... حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں: میں پانچ سال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، میں نے سنا آپ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: آپ نے فرمایا: ”بنو اسرائیل میں سیاست انبیاء کرام کیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتا تو دوسرے نبی ان کے بعد یہ ذمہ داری سنبھال لیتے، ہاں! البتہ میرے بعد کوئی نبی نہ (پیدا) ہوگا، خلفائے ضرور موجود ہوں گے۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس صورت میں آپ ہمیں کیا ہدایات دیتے ہیں؟ فرمایا: ایک کے بعد ایک جو خلیفہ بنتا جائے اس کے وفادار رہو۔“ (بخاری، کتاب الانبیاء، ۱/۴۹۱، مسلم، کتاب الامارۃ، مسند احمد: ۲/۲۹۷)

ج:... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک دو گروہ آپس میں جنگ نہ کرلیں، ان دونوں کے درمیان زبردست معرکہ ہوگا، حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا اور اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال نہ پیدا ہوں، ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔“ (رواہ البخاری، مسلم واحمد)

ان قطعی نصوص کی بنیاد پر امت مسلمہ متفق ہے کہ ہر وہ شخص جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوکر یہ دعویٰ کرے کہ وہ نبی یا رسول ہے یا (دعویٰ کرے کہ) اس پر ایسی وحی آتی ہے جسے حجت شرعیہ کی طرح اس کا اتباع کرنا ضروری ہے، تو ایسا شخص کافر ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ”الشفاء“ میں فرماتے ہیں: ”کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتا چکے ہیں کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ (پیدا) ہوگا، یہ بات آپ نے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بتائی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں، پوری امت کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ اس کلام کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے گا اور اس کے معنی مفہوم میں کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی (اور جو لوگ یا گروہ سمجھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے) ان کے کافر ہونے میں قطعاً یقیناً کوئی شک نہیں ہے۔“ (الشفاء، ۲/۲۶۳، طبع ہند)

شیخ (ملا) علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: ”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔“ (شرح فقہ اکبر: ۲۰۲)

علاوہ ازیں مذکورہ قطعی نصوص اور اس عقیدے پر منعقد ہونے والے اجماع میں کہیں بھی تشریعی و غیر تشریعی نبوت کے فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا، لہٰذا کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں اور چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نبوت و رسالت کا دعویٰ کر چکا ہے جیسا کہ استفتاء کے ضمیمہ الف میں بیان کردہ اقتباسات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، لہٰذا وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔

رہی یہ تاویل کہ اس کی نبوت ہمارے آقا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پرتو ہے تو یہ تاویل دو وجہ سے قابل قبول نہیں:

پہلی وجہ: ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کے سلسلے میں کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی تخصیص کی، اسی لئے..... اور نہ ہی اس کی کوئی قابل اعتماد دلیل ہے۔ ان کے کفر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہونے کا حکم محض اس کے دعوائے نبوت ہی کی بنیاد پر کیا گیا ہے، اسی لئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور طلیحہ ابن خویلد جیسے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے خلاف جنگ کی تھی، حالانکہ وہ تاویل کیا کرتے تھے، نبوت و رسالت کا دعویٰ نہ کیا کرتے تھے۔

دوسری وجہ: نبوت خواہ ظلی ہو یا بروزی (جیسا کہ قادیانی دعویدار تاویل کرتا ہے) اس کے خیال میں دیگر انبیاء کرام کی نبوت سے کم نہیں، بلکہ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کرام کی نبوت سے ایک درجہ بڑھ کر ہی ہے، کیونکہ یہ نبوت (قادیانی دعویدار کے مطابق) کسی انسان کو نہیں دی گئی اور اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضائل اپنی ذات میں جمع کر لئے ہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات اس طرح حاصل کر لئے ہیں کہ وہ (جناب) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حقیقی ظہور ثانی بن گیا ہے، اسی لئے اس جھوٹے نے اپنی کتاب ”ایک غلطی کا ازالہ“ میں لکھتا ہے:

”براہین احمدیہ میں بیس سال پہلے اللہ نے میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے ہی محمد کا

وجود سمجھا ہے۔ اسی لئے میری نبوت کی وجہ سے محمد کی ختم نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ سایہ اپنی اصل سے جدا نہیں ہوسکتا اور بطور سایہ (یا پرتو) میں ہی محمد ہوں۔ اسی لئے ختم نبوت ختم نہیں ہوئی کیونکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی ہے، یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بطور نبی ہی ہیں اور کچھ نہیں۔ میری مراد یہ ہے کہ جب میں ہی محمد کا ظہور ہوں اور کمالات محمدیہ اور نبوت محمدیہ کا انعکاس میرے ہی ظلی آئینے کے ظہوری رنگ میں ہوا ہے تو میں (محمد سے ہٹ کر) کوئی الگ انسان کیسے ہوسکتا ہوں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔" (ایک غلطی کا ازالہ: ۱۰،۱۱)

اس کا بیٹا مرزا بشیر احمد قادیانی اپنی کتاب کلمۃ الفصل اور ریویو آف ریلیجنز مارچ واپریل ۱۹۱۵ء میں لکھتا ہے:

"اس بات کی وضاحت بھی کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ضروری نہیں کہ جو کمالات جناب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات میں جمع کردیئے گئے تھے وہ کمالات سب کے سب کسی ایک نبی میں جمع کئے گئے ہوں، بلکہ ہر نبی کو ان کے عمل اور استعداد کے مطابق کمالات سے نوازا گیا، البتہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو اس وقت نبوت عطا کی گئی جب انہوں نے تمام کمالات محمدیہ کو حاصل کرلیا تھا اور اس قابل ہوگئے تھے کہ ان کو ظلی نبی کہا جاسکے۔ ظلی نبوت نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو پیچھے نہیں ہٹایا (ان کا درجہ کم نہیں کیا) بلکہ آگے بڑھادیا ہے کہ (جناب نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پہلو بہ پہلو لاکھڑا کیا ہے۔"

اس کا بیٹا اور دوسرا خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود لکھتا ہے:

"ظلی و بروزی نبوت محض نبوت ہی نہیں، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مسیح موعود (مرزا قادیانی) بنی اسرائیل کے ایک نبی کے بارے میں یہ نہ کہتے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(القول الفصل:۱۶، مطبع ضیاء الاسلام قادیان، ۱۹۱۵ء)

قادیانی مجلّے ریویو آف ریلیجنز کے مدیر قاضی ظہور الحق اکمل نے اپنے (اخبار بدر، ۲۵؍اکتوبر ۱۹۱۶ء) کی اشاعت میں درج ذیل اشعار لکھے ہیں:

محمد پھر سے اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد جس نے دیکھنے ہوں اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

انہی صاحب نے مشہور قادیانی اخبار الفضل، ۲۲؍اگست ۱۹۱۶ء میں لکھا:

"اس نے یہ (مذکورہ) اشعار لکھوا کر مرزا غلام احمد قادیانی کو پیش کئے۔ مرزا نے اس کو جزاک اللہ کہا اور اس کی تعریف کی اور یہ لکھے ہوئے اشعار اپنے گھر لے گیا۔ انہی صاحب نے ذکر کیا ہے کہ اس نے ان اشعار کا مفہوم اس الہامی خطبے سے اخذ کیا ہے جس میں مرزا قادیانی نے کہا ہے: "حق یہ ہے کہ چھٹے ہزار کے آخر (یعنی ان ایام) میں آپ علیہ السلام کی روحانیت گزشتہ سالوں کی نسبت اس قدر قوی اور طاقتور ہوگئی ہے کہ اب اسے تلوار یا جنگجوؤں کے گروہ بنانے کی ضرورت نہیں رہی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت......"

ان اقتباسات سے نہایت وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلی نبوت (جیسا کہ قادیانی اور اس کے متبعین سمجھتے ہیں) نبوت کی دو قسم ہے جو بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کرام کی نبوت سے بڑھ کر ہے، بلکہ ہمارے آقا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے بھی زیادہ اقویٰ واکمل ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس بکواس سے تمام مسلمانوں کو اپنی پناہ میں رکھے) لہٰذا مرزا قادیانی کا اس طرح کی نبوت کا دعویٰ صریح کفر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی نبی کے (پیدا) نہ ہونے کے قطعی الدلائل نصوص کے خلاف ہے۔ چنانچہ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین بلاکسی شک و تردد ملت اسلامیہ سے خارج ہیں۔

۳:... جب یہ ثابت ہوگیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبوت کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو شخص مرزا قادیانی کو سچا سمجھے اور دین کا واجب الاتباع امام سمجھے وہ بھی کافر ہے خواہ وہ مرزا قادیانی کو مسیح موعود، مہدی یا مجدد سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔

اور چونکہ مرزا قادیانی کے متبعین میں سے لاہوری گروپ اس کو مسیح موعود اور مہدی و مجدد سمجھتا ہے اور اس بات کا عقیدہ رکھتا ہے کہ اس پر ایسی وحی نازل ہوتی ہے جو واجب الاتباع ہے، لہٰذا مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ان کا حکم بھی وہی ہے جو قادیانی گروپ کا ہے (یعنی دونوں گروپ کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہیں) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لاہوری گروپ کے عقائد کا باریک بینی سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اور قادیانی گروپ کے عقائد میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے، بلکہ وہ صرف ایک لفظی فرق ہے جو [illegible] اسباب کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین بھیروی کے زمانے تک ان دونوں گروہوں میں آپس میں کوئی

فرق (واختلاف) نہیں تھا بلکہ اس طویل مدت میں مرزا قادیانی کو ماننے والے تمام لوگ (بلا کسی فرق و امتیاز) مرزا قادیانی کو نبی ورسول ہی سمجھتے اور پکارتے تھے۔ لاہوری گروپ کا سربراہ محمد علی لاہوری اس پوری مدت میں قادیانیوں کے مجلے ریویو آف ریلیجنز کا مدیر رہا اور اپنی تحریروں میں مرزا قادیانی کو نبی اور رسول ہی لکھتا رہا، اور صرف یہی نہیں بلکہ مرزا قادیانی کے دیگر متبعین کی طرح نبوت کی تمام صفات کا حامل بھی سمجھتا رہا، مثلاً وہ لکھتا ہے:

"ہمارا مخالف کچھ بھی تفسیر کرے لیکن ہم تو یہی سمجھیں (کہیں) گے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ایک اور نبی کو پیدا کرے اور کسی کو اپنا دوست منتخب کرلے.... اور جس کی ہم نے بیعت کی ہے (مرزا قادیانی) وہ نہ صرف یہ کہ سچا تھا بلکہ وہ اللہ کا منتخب ومقدس رسول تھا۔" (مجلہ الفرقان، جنوری ۱۹۴۲ء، اخبار الحکم سے منقول، ۱۸ر جولائی ۱۹۰۸ء)

اس کے علاوہ لاہوری گروپ نے ایک کتابچہ "پیغامِ صلح" کے نام سے نشر کیا، جس میں لاہوری گروپ کے بارے میں تمام تفصیلات ہیں، اس میں لکھا ہے:

"ہم حضرت مسیح موعود، مہدی معہود کو اس زمانے کا نبی، رسول اور نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔" (پیغامِ صلح، ۱۶ر اکتوبر ۱۹۱۳ء، بحوالہ الفرقان، جنوری ۱۹۴۲ء)

لیکن جب مرزا قادیانی کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین بھیروی کی موت واقع ہوگئی اور بہت سے لوگوں نے مرزا بشیرالدین محمود کو مرزا قادیانی کا دوسرا خلیفہ منتخب کرلیا تو محمد علی لاہوری اور مرزا بشیرالدین محمود کے درمیان سیاسی چپقلش شروع ہوگئی، جس کے نتیجے میں محمد علی لاہوری نے قادیانی گروپ سے علیحدہ ہوکر لاہوری گروپ کی بنیاد رکھی اور ایک قرارداد پاس کی جو مندرجہ ذیل ہے:

"ہم مرزا بشیرالدین محمود کے اختیارات کو امیر کی حیثیت سے صرف اس حد تک جائز سمجھتے ہیں کہ وہ احمد کے نام پر غیراحمدیوں سے بیعت لے اور ان کو سلسلۂ احمدیہ (قادیانیہ) میں شامل کرلے، لیکن ہم اب اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ احمدی دوبارہ اس کی بیعت کریں۔ امیر کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کے جمعیۃ احمدیہ کو عطا کردہ اختیارات و امتیازات اور اپنے لئے اختیار کردہ اختیارات میں تصرف کرے۔" (پیغام صلح، ۲۲ر مارچ ۱۹۱۴ء سے نقل، بحوالہ الفرقان جنوری ۱۹۴۲ء)

اس قرارداد سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ لاہوری گروپ کو قادیانی گروپ پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ ہی وہ مرزا بشیرالدین محمود کو خلافت کے لئے نااہل سمجھتے ہیں، جھگڑا تو صرف اس بات میں ہے کہ تمام اختیارات لاہوری گروپ کو دیئے جائیں نا کہ خلیفہ کو۔ اس سیاسی اختلاف کی بنیاد پر جب قادیانی گروپ نے لاہوری گروپ کو دبانا شروع کیا تو لاہوری گروپ مسلمانوں کی ہمدردیاں سمیٹنے پر مجبور ہوگیا اور یہ کہنے لگا کہ ہم مرزا قادیانی کو نبی نہیں سمجھتے، بلکہ ہم تو اسے صرف مسیح موعود اور مہدی و مجدد ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ انہوں نے کبھی اپنی سابقہ تحریرات سے رجوع کا اعلان نہیں کیا (جن میں وہ مرزا قادیانی کو نبی ورسول لکھتے رہے ہیں)۔

حق بات تو یہ ہے کہ ان کی باتیں لفظی ہیرپھیر سے زیادہ کچھ نہیں، کیونکہ لاہوری گروپ، مسیح موعود، مہدی و مجدد سے بالکل وہی مفہوم مراد لیتی ہے جو قادیانی ظلی و بروزی نبوت سے مراد لیتے ہیں، چنانچہ محمد علی لاہوری اپنی کتاب "النبوۃ فی الاسلام" میں لکھتا ہے (یہ کتاب اس نے قادیانی گروپ سے علیحدہ ہونے کے بعد لکھی تھی):

"مسیح موعود نے اپنی نئی پرانی تحریرات میں ایک بات اصل الاصول قرار دی ہے اور وہ یہ کہ نبوت کا دروازہ بند ہوچکا ہے البتہ نبوت کی ایک قسم باقی ہے جس کا حصول ممکن ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے، بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ نبوت کا دروازہ بند ہے مگر نبوت کی ایک قسم ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک باقی رہے گی، ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ کسی بھی شخص کے لئے نبی بن جانا ممکن ہے، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ نبوت کی ایک قسم باقی رہے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے طریقے سے نبوت کی اس قسم کا حصول ممکن ہے۔ یہ وہی قسم ہے جسے کہیں مبشرات، کہیں جزوی نبوت، کہیں محدثیت اور کہیں کثرت مکالمہ کا نام دیا گیا ہے۔ نام خواہ کچھ بھی رکھ لیں لیکن علامات مقرر ہیں اور وہ یہ کہ دنیا کے سب سے کامل انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور فنافی الرسول ہے، جو نبوت محمدیہ سے مستفاض ہے، وہ مصباح نبوی کا نور ہے، یہ کوئی مستقل چیز نہیں بلکہ ظل ہے۔" (النبوۃ فی الاسلام: ۱۵۸)

کیا یہ محض لفظوں کا کھیل نہیں جو ظل و بروز کا بے سروپا فلسفہ بیان کرنے کے لئے قادیانی جماعت کھیل رہی تھی (جس کا پہلے ذکر ہوچکا) اور اگر معاملہ یہی ہے (یعنی یہ محض لفظی ہی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے) تو ان دونوں گروہوں میں کیا فرق رہا؟ یہ صرف محمد علی لاہوری ہی کا عقیدہ نہیں تھا بلکہ پورا لاہوری گروپ اسی عقیدے کا حامل ہے۔ چنانچہ راولپنڈی میں دونوں گروہوں کا اجتماع ہوا تو لاہوری گروپ کے نمائندے نے اس بات کی وضاحت کی کہ: حضرت (یعنی مرزا قادیانی) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے ظل کامل ہیں، اسی لئے ان کی بیوی کو بھی ’’ام المومنین‘‘ کا خطاب دیا گیا اور یہ بھی ایک ظلی مرتبہ ہے۔‘‘

اس نمائندے نے یہ بھی اعتراف کیا کہ:

’’حضرت مسیح موعود نبی نہیں تھے، البتہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت ان پر منعکس ہوگئی تھی۔‘‘

(مباحثہ راولپنڈی:۱۹۶)

اس مباحثے کی روداد دونوں گروہوں نے مشترکہ خرچ پر شائع کی۔

لاہوری گروپ کے نظریات وعقائد (جن کا آج تک وہ حامل ہے) کو دیکھتے ہوئے یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ لاہوری اور قادیانی گروپ میں جو اختلاف ہے وہ محض لفظی اختلاف ہے۔ لاہوری جماعت گو مرزا قادیانی کو مسیح موعود یا مجدد ہی کیوں نہ کہے، لیکن وہ ان القابات سے وہی معنی ومفہوم مراد لیتے ہیں جو قادیانی جماعت اپنی اصطلاحات ظلی، بروزی نبی، غیر تشریعی نبی یا امتی نبی سے لیتے ہیں۔

علاوہ ازیں دونوں گروہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ مرزا قادیانی پر وحی نازل ہوتی تھی جس کا اتباع کرنا سب لوگوں (انسانوں) پر واجب تھا۔ اس نے اپنی تحریرات میں جو کچھ لکھا یا اپنی تحریروں میں جن دعوؤں کا اظہار کیا ہے وہ سب حق ہیں، اس کی اطاعت ہر مسلمان پر واجب ہے بلکہ محمد علی لاہوری نے اپنی کتاب ’’النبوت فی الاسلام‘‘ کے مقدمے میں وضاحت کی ہے کہ قادیانی گروپ کی نسبت لاہوری گروپ مرزا قادیانی پر زیادہ مضبوط ایمان رکھتا ہے، چنانچہ وہ قادیانی گروہ کو مخاطب کرکے لکھتا ہے:

’’حضرت مرزا صاحب کو نبی کامل بنا کر آپ لوگ مرزا صاحب کے لئے وہ مرتبہ ثابت نہیں کر سکے جو ہم ان کی نبوت کو نبوت جزئیہ کہہ کر ثابت کرتے ہیں اور حق تو یہ ہے کہ ان پر آنے والی وحی کو اتنا ہی واجب الاتباع سمجھتے ہیں جتنا آپ لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ عملی طور پر ہم اس پر آپ سے زیادہ ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

(النبوۃ فی الاسلام:۲۳ طبع لاہور ۱۹۱۵ء)

دوسرا مسئلہ جس میں لاہوری گروپ اپنے دعوے کے مطابق خود کو قادیانی گروپ سے الگ سمجھتا ہے، وہ مسلمانوں کو کافر سمجھنے کا مسئلہ ہے، چنانچہ لاہوری گروپ کا دعویٰ ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ رکھنے والوں کو کافر نہیں سمجھتے، جبکہ قادیانی گروپ ہر اس شخص کو کافر سمجھتا ہے جو مرزا پر ایمان نہیں رکھتا۔

حقیقت یہ ہے کہ دونوں گروہوں میں عملاً اس مسئلے میں بھی فرق نہیں ہے، کیونکہ لاہوری گروپ کا کہنا ہے کہ ہم اس شخص کو کافر نہیں سمجھتے جو مرزا قادیانی پر ایمان نہ لائے، لیکن ہم اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو مرزا قادیانی کو جھٹلائے یا کافر سمجھے۔

ظاہر ہے جو مرزا قادیانی پر ایمان نہیں رکھتا وہ اسی لئے نہیں رکھتا کہ وہ مرزا قادیانی کو اپنے دعوؤں میں جھوٹا سمجھتا ہے۔ مرزا قادیانی پر ایمان نہ رکھنے والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی دنیا میں ایسا موجود نہ ہوگا جو مرزا کے دعوؤں کو جانتا ہو اور پھر بھی اس کو جھٹلانے کے بجائے سچا سمجھے۔

مرزا قادیانی اور اس کے دعوؤں کو جاننے والے دو ہی قسم کے لوگ ہیں کوئی تیسری قسم نہیں: ایک وہ جو مرزا پر ایمان رکھتے ہیں اور ایک وہ جو اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں اور ہر وہ شخص جو مرزا قادیانی کو جھوٹا سمجھتا ہے وہ لاہوری گروپ کے نزدیک کافر ہے، چنانچہ محمد علی لاہوری لکھتا ہے:

’’حضرت مسیح موعود نے منکرین کو کافر قرار دینے کے لئے اپنی ذات کا انکار یا اپنے دعوؤں کا انکار معتبر نہیں سمجھا بلکہ وہ منکرین کو اس لئے کافر سمجھتے ہیں کہ منکرین مرزا صاحب کو جھوٹا سمجھتے ہوئے کافر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اس حدیث کی بنا پر کفر منکرین کی طرف لوٹ جاتا ہے جس میں ہے کہ اگر کافر قرار دیا جانے والا شخص کافر نہ ہو تو کفر اس شخص کو کافر قرار دینے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے۔‘‘ (رد تکفیر اہل القبلہ)

بلکہ وہ یہ بھی کہتا ہے:

’’کیونکہ کافر قرار دینے والا اور جھٹلانے والا معنی کے لحاظ سے برابر ہیں، یعنی وہ شخص جو مدعی (یعنی مرزا قادیانی) کو کافر سمجھتا ہے اور وہ شخص جو مرزا کو جھوٹا سمجھتا ہے، معنوی اعتبار سے دونوں برابر ہیں، گویا دونوں ہی اس کو کافر سمجھتے ہیں، اس لئے اس حدیث کی روشنی میں دونوں ہی کفر میں داخل ہیں۔

(اہل قبلہ کی تکفیر کا رد:۲۹،۳۰، طبع ۱۹۲۶ء)

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو مرزا کے پیروکار دونوں گروہوں میں مسئلہ تکفیر میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

گو ہمارا مدعا اس گفتگو سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے، لیکن ذیل میں لاہوری گروپ میں پائے جانے والے چند ایسے اسباب کا ذکر بھی ضروری سمجھتے ہیں جن میں ہر ایک سبب بجائے خود اس قابل ہے کہ اس کی بنیاد پر کسی کو کافر قرار دیا جاسکے:

۱:... یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ مرزا قادیانی وہ مسیح نہیں جن کے نزول کا وعدہ قرب قیامت میں کیا گیا ہے، لہٰذا مرزا قادیانی کو ’’مسیح‘‘ قرار دینا قرآن کریم، سنت متواترہ اور اجماع امت کی کھلی تکذیب ہے اور چونکہ لاہوری گروپ کا یہ ایمان ہے کہ مرزا ہی مسیح ہے۔ اس لئے وہ یقینی طور پر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (جاری ہے)

ایک ہفتہ

حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں!

قسط:۴۰

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت نظام الاولیاءؒ کی عبادت وریاضت:

آپ کا کثرت مجاہدہ اور کثرت سے روزہ رکھنا یہ سب حضرت شیخ فرید ؒ کی ہدایات پر تھا۔ حضرت شیخ فرید ؒ نے آپ سے یہ بھی فرمایا کہ نظام! اللہ تعالیٰ سے جو مانگو گے تمہیں ملے گا۔ حضرت شیخ کی وصیت وبشارت سے ایسے ظہور میں آیا کہ حضرت نظام الاولیاء محبوب الٰہی بہت مستجاب الدعوات ہوگئے۔

آپ میں خدمت خلق کا ظہور بہت نمایاں تھا۔ آپ کے دروازہ پر جو جس وقت آتا ملاقات ہوجاتی۔ ایک بار آپ کی نیند کے دوران ایک سائل آیا تو خادم نے واپس کردیا۔ بیدار ہونے پر معلوم ہوا تو خادم کو تنبیہ کی کہ کسی کا دل نہ توڑا کرو۔ مسلمان کا دل حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ظہور کا مقام ہے۔ قیمت کے بازار میں اس سے زیادہ کوئی سامان اتنا مقبول نہ ہوگا۔ جتنا دلوں کو آرام پہنچانا مقبول ہے۔

سلطان علاؤالدین خلجی نے ایک بار قاصد کے ذریعہ مملکت کے متعلق مشورہ چاہا۔ آپ نے فرمادیا کہ مجھے اس سے دلچسپی نہیں۔ بادشاہ کے دل میں آپ کے ترک دنیا کا رعب بیٹھ گیا۔ پیغام بھیجا کہ ملنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ”میرے پاس کبھی نہ آنا۔ میرے مکان کے دو دروازے ہیں۔ جس دروازہ سے تم آؤ گے میں دوسرے دروازہ سے چلا جاؤں گا۔ میں شہر کے ایک کونہ میں پڑا آپ سمیت تمام مسلمانوں کے لئے دعاگو ہوں۔ غائبانہ دعا کو کافی سمجھو آنے کی ضرورت نہیں۔“

وفات سے چالیس دن پہلے کھانا ترک کردیا۔ صرف افطاری کے وقت چند لقمے یا گھونٹ لیتے تھے۔ تمام اثاثہ غرباء میں تقسیم کرادیا۔ حتیٰ کہ غلہ کا ایک دانہ بھی نہ رہنے دیا۔ خانقاہ کے حضرات سے فرمایا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ بہت اچھی کفالت فرمانے والے ہیں۔ تمہیں اتنا ضرور ملے گا کہ جس سے خانقاہ شریف کی رونق برقرار ہے۔ ایک بار علاؤالدین خلجی نے پانچ سو اشرفیاں بھیجیں۔ اس وقت ایک قلندر بیٹھا تھا اس نے عرض کیا کہ نصف میری۔ آپ نے تھیلی پکڑادی کہ نصف نہیں پوری تمہاری۔ لے جاؤ سب کی سب۔

علاؤالدین خلجی کی وفات کے بعد اس کا ولی عہد خضر خان تخت سے محروم کردیا گیا۔ دوسرے بیٹے قطب الدین نے قبضہ کرلیا اور بڑے بھائی خضر خان کو پہلے اندھا کیا۔ پھر خضر خان اور شادی خان دونوں اپنے سگے بھائیوں کو قطب الدین نے قتل کرادیا۔

پھر قطب الدین خلجی کے دماغ میں یہ سودا سمایا کہ دہلی کے سب علماء ومشائخ میری مجلس میں حاضر کیوں نہیں ہوتے۔ ان کی دعوت کی۔ مگر حضرت نظام الدین ؒ نے نہ جانا تھا نہ گئے۔ قطب الدین خلجی کو عداوت ہوگئی۔ اس نے تاریخ بتائی کہ فلاں تاریخ کو حضرت نظام الدین ؒ میرے سلام کو آئیں۔ ورنہ ٹھیک نہ ہوگا۔ خدام کو پریشانی ہوئی۔ آپ سے بہ منت کہا کہ آپ چلے چلیں۔ فرمایا کہ میں ایک دنیاوی بادشاہ کی خاطر اپنے بزرگوں کے دستور کو نہیں بدلتا۔ سخت بے چینی ہوئی۔ پوری خانقاہ کے متوسلین پریشان مگر حضرت خواجہ نظام الدین ؒ رات کو فارسی کا شعر پڑھ رہے تھے۔ جس کا مفہوم یہ کہ ”اے لومڑی تو اپنی جگہ کیوں نہ بیٹھی رہی۔ شیر سے پنجہ کیا اور سزا پائی۔“

صبح کسی نے عرض کیا کہ آج بادشاہ دہلی واپس آرہا ہے۔ آپ کی طلبی بھی ہے۔ آپ نے وہی شعر پڑھا۔ اتنے میں شور اٹھا کہ سلطان مارا گیا۔ اس کے غلام خسرو نے بہانہ سے مروادیا۔ اسی خسرو کو پھر ملتان کے حکمران نے بھی مروادیا۔ اب خسرو کے بعد غیاث الدین تغلق حکمران بنا اس نے تمام مشائخ کو اکٹھا کر کے حضرت نظام الاولیاء ؒ سے مناظرہ کے لئے لایا۔ آپ نے سب کو ساکت کردیا۔ اب غیاث الدین بنگالہ چلا گیا۔ واپسی پر ابھی راستہ میں تھا کہ حضرت نظام الاولیاء ؒ کو فرمایا کہ میرے آنے سے پہلے آپ دہلی سے چلے جائیں۔ قاصد نے حضرت نظام الاولیاء ؒ سے آکر پیغام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ دہلی سے باہر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ: ”ہنوز دہلی دور است۔“ سلطان غیاث کے بیٹے الغ خان نے شہر سے باہر لکڑی کے مکان میں باپ کی دعوت کی۔ رش بڑھا مکان گرا،

بادشاہ غیاث دب کر وہیں مر گیا اور ''ہنوز دہلی دور است'' کی ضرب المثل نے شہرت عام حاصل کی۔

۱۸ ربیع الثانی ۸۲۵ھ آپ کا وصال ہوا۔ شاہ رکن الدین المعروف شاہ رکن عالم ملتانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے پانچ سو خلفاء نے تبلیغ اسلام کے لئے ہند، عرب، چین، گجرات و دکن میں جا کر کام کیا۔ ہمایوں نے آپ کی خانقاہ کے قریب مقبرہ بنوایا۔ شاہجہان کی عالمہ فاضلہ عابدہ صاحبزادی جہاں آراء بیگم آپ کے قدموں میں دفن ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے قریب اسی خانقاہ کے احاطہ میں حضرت امیر خسروؒ مدفون ہیں۔ ان کے مزار مبارک پر بھی حاضری ہوئی۔

ابوالحسن امیر خسرو دہلویؒ کے مختصر حالات:

شمس الدین التمش کا عہد حکومت ۶۰۷ھ تا ۶۳۲ھ ہے۔ اس زمانہ میں بلخ کے امراء سے ایک خاندان امیر سیف الدین محمود دریائے گنگا کے کنارے ضلع ایٹہ موضع پٹیالی (مومن آباد) میں آ کر آباد ہوا۔ پھر یہ خاندان دہلی آیا۔ بادشاہ نے امیر سیف الدین محمود کو اپنے مشیروں میں شامل کیا۔ دہلی کے نواب عماد الملک نے اپنی دختر سے ان کا عقد کر دیا۔ جس سے ۶۵۳ھ مطابق ۱۲۵۵ء میں ابوالحسن پیدا ہوئے۔ جو آگے چل کر ''امیر خسرو'' کہلائے۔ اصل نام پر شاعرانہ تخلص چھا گیا۔ کہتے ہیں کہ جناب امیر سیف الدین محمود اپنے بیٹے ابوالحسن یعنی خسرو کو پیدائش کے بعد کپڑے میں لپیٹ کر ایک مجذوب کے پاس لے گئے۔ مجذوب نے نوزائیدہ پر نظر ڈال کر کہا کہ یہ تصوف کے آفتاب اور ہر فن میں کمال حاصل کرے گا اور شہرت پائے گا۔ امیر خسرو نے آٹھ سال کی عمر تک اپنے والد اور بھائیوں سے گھر پر تعلیم حاصل کی۔ آٹھ سال کے تھے تو والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا کہ وہ ایک جنگ میں شہید ہو گئے۔ نانا نواب عماد الملک نے آپ کو اپنی تربیت میں لے لیا۔ فقہ وحدیث اور دیگر علوم کی تعلیم دلوائی۔ نوعمری میں اچھے خاصے فاضل اور علامہ بن گئے۔ اب شعر کہنے لگے۔ کہتے ہیں کہ پہلا فارسی میں شعر بعمر آٹھ سال والد کی وفات پر کہا تھا۔ امیر خسرو اپنے بڑے بھائی اعز الدین علی شاہ اور شمس الدین خوارزمی کو اپنا کلام دکھلاتے تھے۔ مؤخر الذکر بادشاہ ناصر الدین محمود کے دربار میں فاضل یگانہ شمار ہوتے تھے۔ امیر خسرو نے اپنی مثنوی ''ہشت بہشت'' اور دیوان عزت الکمال میں اپنے اساتذہ کی خوب تعریف کی ہے۔

حضرت نظام الاولیاء کا امیر خسرو سے تعلق خاطر:

یہ زمانہ حضرت خواجہ نظام الاولیاء نظام الدین دہلویؒ کا تھا۔ امیر خسرو آپ سے بیعت ہوئے اور حضرت نظام الاولیاء کی نظر کرم کے امیر بن گئے۔ امیر خسرو کا خاندان بلخ ترکستان وغیرہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے حضرت خواجہ نظام الاولیاء، حضرت امیر خسرو کو ''ترک'' سے خطاب فرمایا کرتے۔ مثلاً ایک دن فرمایا کہ لوگوں کے بے ہنگم رش سے گھبرا جاتا ہوں۔ حتیٰ کہ اپنے آپ سے بھی گھبرا جاتا ہوں۔ مگر ''ترک'' تم سے نہیں گھبراتا۔

حضرت نظام الاولیاء، حضرت امیر خسرو کی نگرانی بھی فرماتے۔ ایک بار پوچھا کہ ''ترک! عبادت میں لذت بھی آتی ہے یا نہ؟ تو امیر خسرو نے عرض کیا کہ صبح کی تنہائی میں گریہ کی کیفیت طاری ہو رہی ہے۔ فرمایا اللہ کا شکر کرو۔ ایک بار امیر خسرو نے قصیدہ لکھ کر حضرت نظام الاولیاء کو سنایا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ امیر خسرو نے عرض کی کہ حضرت دعاء فرمادیں کہ کلام شیریں ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ میری چارپائی کے نیچے سے شکر لے کر کھالو۔ انہوں نے ایسے کیا تو کلام میں نمایاں تبدیلی شروع ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ نظام الاولیاء نے فرمایا کہ ''ترک'' میں نے خواب دیکھا کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے صاحبزادے حضرت صدر الدینؒ تشریف لائے۔ تصوف پر بیان شروع تو ترک تم آ گئے۔ اتنے میں اذان ہو گئی اور میں بیدار ہو گیا۔ امیر خسرو کا بادشاہ علاؤ الدین خلجی کے دربار میں آنا جانا تھا۔ علاؤ الدین خلجی شرف الدین بوعلی قلندر'' پانی پتی کو ہدیہ پیش کرنا چاہتے تھے۔ قلندر مست الست درویش تھے۔ بادشاہ کی ہمت نہ پڑتی تھی تو انہوں نے امیر خسروؒ کو واسطہ بنایا۔ یہ حضرت بوعلی قلندرؒ کے ہاں گئے تو اپنی غزل سنائی۔ قلندر خوش ہوئے۔ امیر خسروؒ نے بادشاہ کا ہدیہ پیش کیا۔ قلندر نے یہ کہہ کر قبول کر لیا کہ ''امیر خسرو! تمہارا خواجہ نظام الاولیاء سے تعلق ہے۔ اس تعلق سے یہ ہدیہ قبول کرتا ہوں۔ ورنہ کوئی اور لے کر آتا تو کبھی قبول نہ کرتا۔''

ایک سیلانی فقیر حضرت نظام الاولیاء کے پاس آ کر رہا۔ تین دن تک کہیں سے حضرت نظام الاولیاء کے پاس کوئی ہدیہ نہ آیا۔ یہ سیلانی فقیر جانے لگے تو حضرت نظام الاولیاء نے فرمایا کہ میرے جوتے لے جاؤ۔ اس نے نہایت بشاشت سے یہ ہدیہ قبول کر لیا۔ انہیں دنوں امیر خسرو ملتان کے حکمران محمد سلطان خان کی ملاقات کے بعد دہلی جا رہے تھے تو راستہ میں سیلانی فقیر سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضرت نظام الاولیاء نے اسے نعلین دیئے۔ محمد سلطان حکمران ملتان کی طرف سے امیر خسرو کو پانچ لاکھ ٹکے ملے تھے۔ وہ تمام دے کر سیلانی فقیر سے وہ نعلین لے لئے اور سر پر رکھ کر حضرت نظام الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضرت نظام الاولیاء نے فرمایا ''ترک، ارزاں خریدی'' کہ یہ سستے میں خرید لئے۔ حسن، عشق، شاعری اور موسیقی یہ آگ ہیں۔ جس میں جان وایمان بھی جل جاتے ہیں۔ اگر ان پر تصوف کا رنگ چڑھ جائے تو پھر سونا بھی بن سکتا ہے۔ غالب مرحوم نے کیا خوب کہا۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

امیر خسروؒ کے ایک مصاحب امیر حسن تھے۔ غیاث الدین بلبن جو دہلی کے سلطان تھے۔ بلبن کے صاحبزادے ملتان کے حکمران محمد سلطان خاں تھے۔ امیر خسرو اب حضرت نظام الاولیاء کے فیض صحبت سے باکمال شاعر اور فاضل اجل شمار ہوتے تھے۔ چنانچہ امیر خسروؒ نے ملتان کے حکمران کی ملازمت اختیار کر لی۔ امیر حسن بھی ساتھ تھے۔ امیر خسروؒ اور حضرت سعدی شیرازیؒ کا عہد ایک ہے۔ ایران و دہلی کی طرح اس زمانہ میں ملتان بھی عقل و دانش، علم وفضل کا گہوارہ تھا۔ ملتان کا حکمران محمد سلطان خاں، سعدی شیرازی ؒ کی ملاقات کا متمنی اور عقیدت مند تھا۔ حضرت سعدی اب ضعیف ہو چکے تھے۔ ملتان کے حکمران نے امیر خسرو کا کلام حضرت سعدی ؒ کو بھجوایا تو آپ نے بہت ستائش کی۔ اس سے سلطان احمد خاں حاکم ملتان کے دل میں امیر خسرو کا مقام اور بڑھ گیا۔

شاہزادہ حاکم ملتان محمد سلطان خان کے ہاں امیر خسرو اور امیر حسن کو ابھی ملازمت اختیار کئے پانچ سال گزرے ہوں گے کہ ۶۸۳ھ میں تیمور چنگیز خوانی نے راوی عبور کر کے لاہور میں سپاہ گری کی۔ شہزادہ محمد سلطان ملتان سے لاہور کے لئے عازم ہوئے۔ پانچ سو سپاہی ہمراہ تھے۔ باقی فوج پیچھے تھی۔ ظہر کی نماز کے لئے رکے تو تیمور چنگیز خوانی کی دو ہزار فوج نے جو کمین گاہ میں خفیہ موجود تھی حملہ کر دیا۔ اچانک صورتحال سے محمد سلطان خان لڑائی کے دوران مارا گیا۔ امیر خسرو سمیت بہت سے فوجی ہمراہی گرفتار کر کے تیمور چنگیزی ان کو پیدل بلخ لے گئے۔ دو سال بعد رہا ہوئے۔ بلخ سے دہلی آئے تو سلطان غیاث الدین بلبن کو اس کے بیٹے حکمران ملتان محمد سلطان خان کی شہادت، فوج کی اسیری کا مرثیہ سنایا تو بلبن اتنا رویا کہ بخار ہو گیا اور مرثیہ سننے کے تیسرے دن اس صدمہ اور بخار سے فوت ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ مدتوں یہ مرثیہ دہلی کے گلی کوچہ میں لوگ دہراتے تھے تو دہلی کے در و دیوار پر گریہ کی کیفیت نظر آتی تھی۔

سلطان علاء الدین خلجی حضرت خواجہ نظام الاولیاء ؒ سے ملنا چاہتے تھے۔ مگر اجازت نہ ملتی تھی۔ سلطان خلجی نے امیر خسرو سے کہا کہ حضرت خواجہ کو بتائے بغیر کل مجھے لے چلو۔ جب سامنے ہو گئے تو ملاقات ہو ہی جائے گی۔ لیکن راز رکھنا پہلے میری حاضری کا نہ بتانا۔ ورنہ حضرت نظام الاولیاء ملیں گے نہیں۔ امیر خسرو نے حامی بھر لی۔ لیکن رات حضرت خواجہ نظام الاولیاء کو عرض کر دیا کہ کل علاء الدین خلجی ملنے آنا چاہتے ہیں۔ حضرت نظام الاولیاء یہ سنتے ہی اپنے شیخ حضرت فریدالدین ؒ گنج شکر کے ہاں پاک پتن چلے گئے۔ سلطان کو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ ؒ دہلی سے باہر چلے گئے تو امیر خسرو کو بلایا کہ آپ نے میرا راز بتا دیا۔ اس لئے حضرت خواجہ ؒ چلے گئے تو امیر خسرو نے کیا حکیمانہ جواب دیا کہ ”حضرت سلطان اگر حضرت خواجہ نظام الدین ؒ کو نہ بتاتا تو میرے ایمان کو خطرہ تھا۔ بتا دیتا تو آپ کی ناراضگی سے جان کو خطرہ تھا۔ میں نے جان کا خطرہ مول لے کر ایمان کو بچا لیا ہے۔“ بادشاہ امیر خسرو کی اس صدق مقالی سے بہت مسرور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یوں امیر خسرو ؒ کا ایمان و جان دونوں بچا دیئے۔

امیر خسرو بنگال کی طرف گئے ہوئے تھے۔ اس دوران دہلی میں حضرت نظام الاولیاء ؒ کا وصال ہو گیا۔ امیر خسرو کو پتہ چلا تو روتے پیٹتے دہلی آئے۔ جو کچھ تھا فقراء، غرباء میں تقسیم کر دیا۔ سیاہ ماتمی لباس پہن لیا اور دنیا سے فراق شیخ میں تعلق منقطع کر لیا۔ حتیٰ کہ ۱۸ شوال ۷۲۵ھ کو وصال کر گئے۔ گویا حضرت نظام الاولیاء کے وصال کے چھ ماہ بعد امیر خسرو ؒ بھی ان کے قدموں میں پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت نظام الاولیاء فرماتے تھے کہ ”ترک! تمہاری زندگی ہماری زندگی سے وابستہ ہے۔“ امیر خسرو جواب میں فرماتے تھے:

نکل جائے دم ترے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

یہ بھی سنا ہے کہ حضرت نظام الاولیاء فرماتے تھے کہ ”خسرو میرا راز دان ہے۔“ آج مرشد کامل کے پہلو میں حضرت امیر خسرو ؒ بھی یہیں آرام فرما ہیں۔ یہاں پر حاضری دی۔ ایصال ثواب سے فارغ ہوئے۔ ابھی باہر نہ نکلنے پائے تھے کہ فقیر کو وضو کا تقاضا ہوا۔ اس بہانے خانقاہ کے دیگر ماحول کو بھی سرسری دیکھ لیا۔ کہاں کہاں کس کے قدم لگے۔ وہاں ہم بھی دیوانہ وار ہو آئے۔ حضرت نظام الدین نظام الاولیاء محبوب الٰہی و جناب حضرت امیر خسرو زندہ باد۔ ہم مسافر چلے۔

تبلیغی مرکز:

اب حضرت خواجہ نظام الدین ؒ کے مزار مبارک سے چلے تو قریب میں تبلیغی جماعت کا مرکز ہے۔ یہاں پر تبلیغی مرکز میں ظہر کی نماز اپنی علیحدہ جماعت کے ساتھ پڑھی۔ خوب وسیع و عریض مرکز ہے۔ کئی منزلہ عمارت ہو گی۔ جماعتوں کا آنا جانا رہتا ہے۔ ساقی کا میخانہ جاری ہے۔ مہمان بدلتے رہتے ہیں۔ نماز کے بعد کسی دوست نے بتایا کہ یہ آپ کے پہلو میں جو حجرہ ہے اس میں حضرت مولانا محمد الیاس ؒ بانی جماعت کے والد گرامی، مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی ؒ، حضرت مولانا محمد الیاس ؒ، حضرت مولانا محمد یوسف ؒ امیر ثانی تبلیغی جماعت، حضرت مولانا انعام الحسن ؒ، حضرت مولانا اظہار الحسن ؒ کے مزارات ہیں۔ کمرہ مقفل تھا اور چابی بردار تبلیغ پر گئے ہوئے تھے۔ لب دریا پہنچ کر مزارات کی زیارت سے پیاسے رہے۔ حجرہ کی کھڑکی کے باہر دعا کی سعادت تو حاصل ہو ہی گئی۔ (جاری ہے)

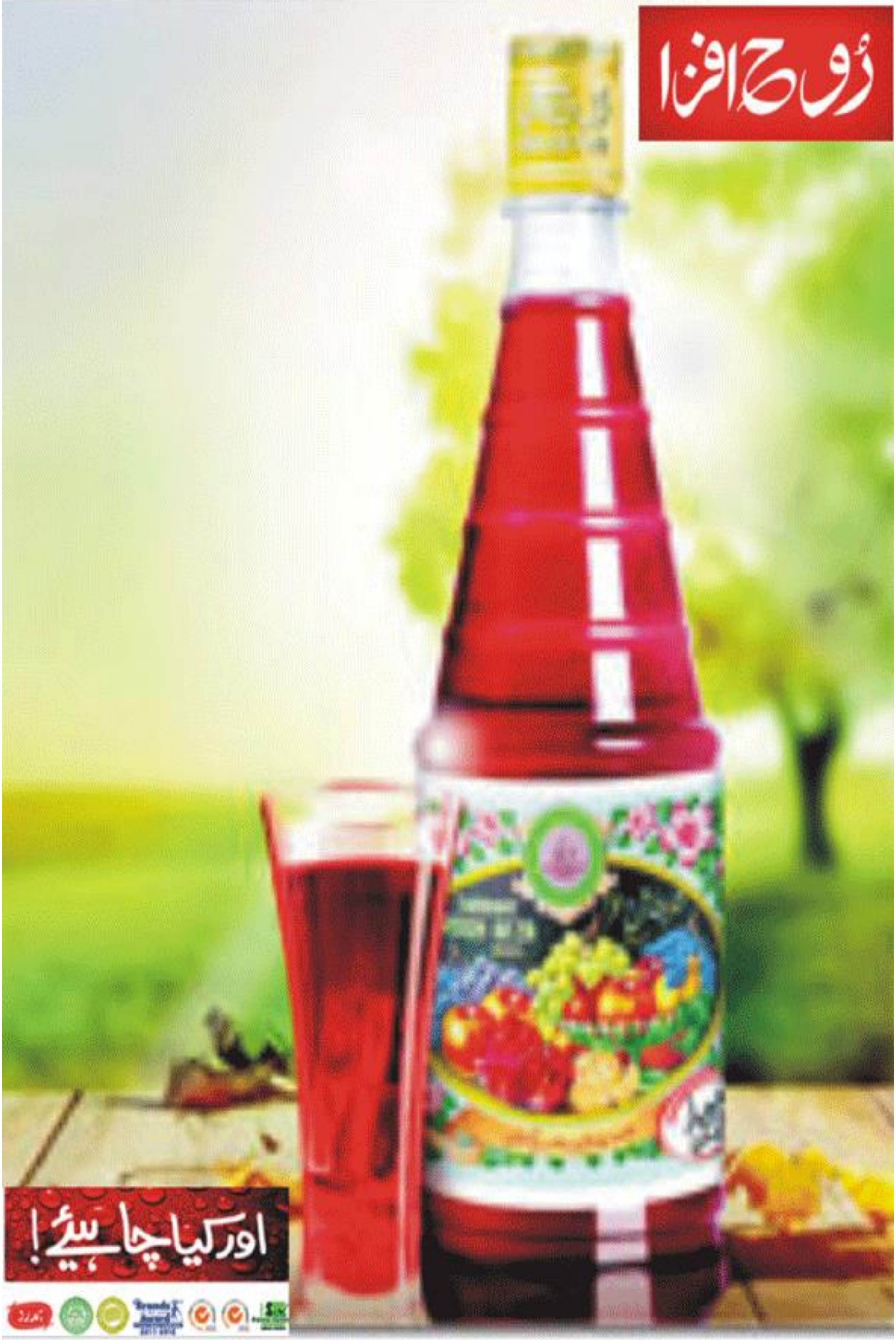
روح افزا
اور کیا چاہیئے!

افریقی ممالک کی دینی حالت

ضروریات............تقاضے

حضرت علامہ دامت برکاتہم کی یہ تحریر ماہنامہ بینات کراچی بابت ماہ نومبر ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس دور میں قادیانیوں نے ان افریقی ممالک میں اپنے کفریہ عقائد ونظریات کی کس طرح ترویج کی کوششیں کیں، اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ڈاکٹر خالد محمود

افریقی ممالک کا ماضی قریب:

افریقی ممالک ماضی قریب میں زیادہ تر برطانوی یا فرانسیسی مقبوضات تھے۔ یورپین قوموں نے جب برصغیر پاک وہند کی طرف رخ کیا تھا تو افریقی ممالک ہی ان کی زد میں تھے، ہندوستان میں تو انہیں پھر بھی کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، لیکن افریقی ممالک پہلے کسی منضبط تہذیب سے گزرے ہوئے نہیں تھے، اس لئے یہ جلدی یورپین قوموں کی زد میں آئے۔ خصوصاً وہ ممالک جو مغربی افریقہ کے جنوب میں بحراوقیانوس کے کنارے واقع ہیں۔

مسلمان اپنے پہلے دور عروج میں بھی سنغال اور مالی سے آگے بڑھ کر ان ممالک کو اسلامی تہذیب سے آشنا نہ کرسکے تھے۔ یہاں جہالت، لامذہبیت اور بدویت کا اتنا غلبہ تھا کہ جونہی یورپین قوموں کو ان ممالک کی دولت کا پتہ ملا، انہوں نے ساحل الذہب (موجودہ گھانا) ساحل العاج اور ساحل العبید کو اپنی تجارتی منڈیاں بنالیا اور جب یہاں تہذیب ابھرنے لگی تو عیسائی مشنریوں نے اپنے مذہبی میلے لگائے۔ مصر، سوڈان اور مالی سے آنے جانے والوں کے ذریعہ اسلام کا کچھ تعارف ہوا تو اسلامی تہذیب بھی کچھ اس جہت سے پھیلی کہ دنیا کی یہی ایک تہذیب تھی جو رنگ ونسل سے بالا انسانیت کے بنیادی اصولوں پر مرتب تھی اور اس انسانی مساوات کا کوئی سبق انہیں یورپین قوموں سے نہ ملتا تھا۔ اسی فطری کشش پر کچھ لوگ اسلام قبول کرتے گئے، لیکن حکومتوں کی سرپرستی صرف عیسائیوں کو حاصل تھی اور مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے کوئی باقاعدہ مسلم مشن آگے نہ تھا۔

انگریز زیادہ ہوشیار تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اسلام کی فطری کشش کو روک نہیں سکتے تو انہوں نے اس محاذ پر اپنا ایک ایسا وفادار قادیانی طبقہ کھڑا کیا جس کا پودا انہوں نے ہندوستان میں لگایا تھا اور وہیں سے وہ دیگر ممالک میں اپنی ضرورت کے پھل لاتے تھے۔ اس سے انگریزوں کا مقصد اپنے لئے مسلمانوں کا ایک ایسا طبقہ تیار کرنا تھا جو ایک طرف تو انگریزوں کو اپنے اولی الامر (وہ لوگ جن کی اطاعت قرآن کریم میں فرض قرار دی گئی ہے) میں داخل کریں اور دوسری طرف ان مسلمانوں سے کٹے ہوئے ہوں جن کی مرکزی قوت مکہ اور مدینہ کے گرد جمع ہو۔ انگریز ایک ایسے طبقہ کی پرورش چاہتے تھے جو اسلام کا بھی نام لے اور اس بات کی بھی تلقین کرے کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے اب دودھ خشک ہوچکا ہے۔

فرانسیسی ان نوآبادیات میں انگریزوں کے مدمقابل تھے اور وہ انہیں اپنا حریف سمجھتے تھے۔ جہاں وہ یہ نہ چاہتے کہ انگریز ان کے مقبوضات میں کوئی طاقت پکڑیں، وہ یہ بھی نہ چاہتے تھے کہ انگریزوں کے تیار کردہ یہ مسلمان ان کے مقبوضات میں آکر سلطنت برطانیہ کو خدا کا سایہ بتائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو ممالک انگریزوں کے ماتحت تھے، ان میں قادیانی مشن مضبوط بنیادوں پر قائم ہوئے۔ ان کے اسکول کھلے اور وہاں برصغیر پاک وہند سے قادیانی مشنریوں کی درآمد ہوئی لیکن جو ممالک فرانسیسی مقبوضات تھے، ان میں کوئی قادیانی مشن کامیاب نہ ہوسکا۔ فرانسیسیوں کی پالیسی برابر یہی رہی کہ برطانیہ کے ایجنٹ ان کے مقبوضات میں کام نہ کرسکیں۔

مشرقی افریقہ میں کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ برطانوی مقبوضات تھے، وہاں قادیانی باقاعدہ پہنچے اور صومالیہ وغیرہ فرانسیسی قبضے میں تھے، وہاں آپ کو ایک بھی باقاعدہ قادیانی مشن نظر نہ آئے گا۔ مغربی افریقہ میں نائیجیریا، گھانا، سیرالیون، گیمبیا میں برطانیہ کی حکومتیں تھیں۔ وہاں سینکڑوں قادیانی مشن انگریزوں کے اولی الامر ہونے کی تلقین کرتے رہے لیکن ساحل العاج، سنغال، مالی اور لائبیریا وغیرہ میں قادیانی تحریک نہ چل سکی (کہ یہاں فرانسیسی استعمار تھا)۔

مشرقی افریقہ اور مغربی افریقہ میں فرق:

کینیا، تنزانیہ اور یوگنڈا میں برصغیر پاک وہند کے لوگ بڑی تعداد میں آباد تھے، کئی خاندان سوسو

سال سے وہاں رہ رہے تھے۔ ہندوستان کے ہندو بھی خاصی تعداد میں وہاں آباد تھے، ان ایشیائی لوگوں کا ہندوستان، پاکستان آنا جانا بھی رہتا تھا۔ ان حالات میں یہاں قادیانی زیادہ دیر چھپے نہیں رہ سکتے تھے اور ان کے لئے ممکن نہ تھا کہ یہاں وہ اپنے آپ کو اسلام کے اصل وارث کی حیثیت سے پیش کریں۔ مسلمان ان سے پہلے آباد اور متعارف ہو چکے تھے اور وہ قادیان کی نئی نبوت کے داعیوں کو بے نقاب کرنے کے لئے کافی تھے، پھر بھی حکومت برطانیہ ان قادیانیوں کی کافی پشت پناہی کرتی تھی اور سرکاری حلقوں میں انہیں پھیلنے کے خوب مواقع ملتے رہے، تاہم مشرقی افریقہ میں یہ زیادہ نہیں پھیل سکے۔

مغربی افریقہ خصوصاً نائجیریا، گھانا اور سیرالیون وغیرہ میں ایشیائی اقوام کہیں آباد نہ تھیں۔ برصغیر پاک و ہند کے لوگ یہاں کہیں نہ تھے جو قادیانیوں کے گھر کے بھیدی کی حیثیت سے کچھ ان کے بارے میں بتا سکیں۔ پاکستانی سفارت خانے بھی ایک عرصہ تک چوہدری ظفر اللہ خان کی وزارت خارجہ کے سائے میں کام کرتے تھے۔ ان حالات میں برطانیہ کو کھلی چھٹی تھی کہ قادیانیوں کو ان ملکوں میں در آمد کر کے ان ملکوں کے سیاہ فام باشندوں کو جو اسلام کی فطری کشش سے مسلمانوں کی طرف راغب معلوم ہوتے تھے، اسلام کے نام سے انہیں قادیانیت سے وابستہ کر دے اور پرانے اسلام کی بجائے ایک نیا اسلام رہ پائے جو ایک طرف انگریز کی وفاداری کو فرض ٹھہرائے اور دوسری طرف دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر بتلائے۔ انگریز حکومتوں کے زیر سایہ ان ممالک میں قادیانی مشن قائم ہوئے، ان کے اسکول کھلے، انہوں نے کہیں کہیں ہسپتال بھی کھولے لیکن اسے ان کی بدنصیبی کہئے یا افریقی ممالک کی خوش قسمتی کہہ لیجئے کہ انگریزوں کو بالآخر ان ممالک سے جانا ہی پڑا اور ان ممالک پر آزادی کا جھنڈا لہرا کر ہی رہا۔ انگریزوں کی ہر تدبیر ناکام ہوئی اور اب یہ قادیانی مشن ان کی آخری نشانی کے طور پر کچھ ان کا پتہ دے رہے ہیں۔ مغربی افریقہ میں جوں جوں برصغیر پاک و ہند کے مسلمان پہنچیں گے اور ختم نبوت پر کام کرنے والے علماء کرام لوگوں کو قادیانیت کے اصل خدوخال سے آگاہ کریں گے تو اسلام کے نام پر مغالطہ کے یہ بادل خود بخود چھٹ جائیں گے انشاء اللہ! اور مشرقی افریقہ کی طرح مغربی افریقہ میں بھی ان کی قوت نہ رہے گی۔

برطانوی مقبوضات میں مرزائیوں کی در آمد:

جو افریقی ممالک فرانسیسی مقبوضات تھے ان میں فرانسیسی دور اقتدار کا ہمیں ایک قادیانی مشن نہیں ملا اور جو ممالک برطانوی قبضے میں رہے وہاں قادیانی مشن خاصی تعداد میں ہیں۔ زیادہ زور صرف مغربی افریقہ میں ہے اور وہ بھی صرف نائجیریا، گھانا اور سیرالیون میں پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک میں ان کی در آمد اور اشاعت کے بارے میں کچھ ضروری تفصیلی معلومات سامنے آجائیں۔

گھانا میں قادیانیوں کی در آمد:

مغربی افریقہ میں قادیانی گھانا کو اپنا قلعہ سمجھتے ہیں اور یہیں انہوں نے اپنی مرکزی تربیت گاہ قائم کر رکھی ہے۔ یہ مرکز پورے مغربی افریقہ میں انہیں مواد ہدایات اور پالیسی مہیا کرتا ہے۔ قادیانیوں نے نائجیریا اور سیرالیون کی بجائے گھانا کو اپنا مرکزی مقام اس لئے بنا رکھا ہے کہ یہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، اکثریت عیسائیوں کی ہے اور نائجیریا اور سیرالیون دونوں جگہ مسلمان اکثریت میں ہیں۔ قادیانی اساسی طور پر اپنا مقابل مسلمانوں کو سمجھتے ہیں، اس لئے مسلم اکثریت کے ممالک کو مرکز بنانا ان کی مصلحت کے خلاف تھا۔

ہم جب گھانا پہنچے اور کماسی گئے تو ہمیں بتایا گیا کہ یہاں مسلمانوں کو اقلیت میں ہونے کی وجہ سے کئی دفعہ مرعوب بھی کیا جاتا ہے۔ مسلم مشنری یہاں خالص دینی اور تبلیغی کام بھی کریں تو قادیانی عیسائی حکومت سے مل کر ان کے خلاف رپورٹ کر دیتے ہیں اور اس طرح ہمارے کام میں رکاوٹ ڈال دیتے ہیں۔ ان حالات سے عیاں ہے کہ قادیانی اسے اپنا قلعہ کیوں سمجھتے ہیں اور اس سے یہ بھی واضح ہے کہ وہاں کام کرنے کی اور مسلسل جدوجہد کی کس قدر ضرورت ہے۔

گھانا کے سیاہ فام باشندوں میں سفید رنگت عیسائی اپنی تہذیب و حضارت کے باعث بہت مقبول تھے۔ ان افریقی باشندوں نے پہلے کسی اور متمدن قوم کو قریب سے نہ دیکھا تھا، وہ ان سے متاثر تھے اور عیسائی ہو رہے تھے۔ مصر، سوڈان اور مالی کی راہ سے آنے جانے والوں کے ذریعہ کچھ کالے لوگ مسلمان بھی ہو چکے تھے۔ یہ مسلمان جب لوگوں کو عیسائیت کی طرف جاتا دیکھتے تو خیال کرتے کہ اگر کچھ سفید فام مسلمان بھی اس ملک میں آئیں تو ان کے ساتھ بھی ایک تہذیب اور حضارت ہوگی اور یہ بدوی لوگ ان سے بھی اثر لیں گے اور اس طرح عیسائیت کے ساتھ ساتھ اسلام کو بھی اس ملک میں فروغ ملے گا۔ انہوں نے خفیہ طور پر خطوط کے ذریعہ اہل عراق کو گھانا آنے کی ترغیب دی، ان کے خطوط پکڑے گئے اور وہ اور ان کے ساتھی جیل میں ڈال دیئے گئے۔ مدتوں بعد ان کا جرم انہیں بتایا گیا کہ انہوں نے عراقی عربوں کو گھانا آنے کی دعوت دی ہے۔ انہوں نے سادہ دلی سے بات کہہ دی کہ وہ یہاں سفید رنگ عیسائیوں کی طرح کچھ سفید رنگت مسلمان بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کا مقصد کوئی سیاست اور بغاوت نہ تھا، انگریزوں نے انہیں رہا کر دیا اور کہا کہ یہ بات تم نے ہم سے کیوں نہ کہی، ہم خود تمہارے لئے یہ انتظام کرتے اور سفید فام مسلمانوں کو یہاں بلا دیتے۔ برطانوی

حکومت نے وعدہ کیا کہ وہ خود اپنی پسند کے مسلمان یہاں لائیں گے۔ انگریزوں نے پھر یہاں قادیانی بلائے، ان کے مشن قائم کرائے اسکول کھلوائے اور مسلمانوں میں اسلام کے نام پر قادیانی مذہب پیش کردیا اور اس طرح یہاں گھانا میں قادیانیت پھیلی۔

سیرالیون میں قادیانیوں کی آمد:

سیرالیون میں انگریز حکومت کی پالیسی تھی کہ گورنمنٹ تعلیمی ادارے کم قائم کئے جائیں اور ان کی بجائے عیسائی مشنریوں کو بڑی بڑی گرانٹ دے کر تعلیمی ادارے قائم کرائے جائیں۔ اس میں یہ مصلحت تھی کہ چونکہ گورنمنٹ اداروں پر سب قوموں کا برابر کا حق ہوتا ہے۔ مسلمان ان سے برابر کا استفادہ نہ کرسکیں اور مشنری اداروں میں چونکہ مشن کی بات ہی چلتی ہے، اس لئے وہاں ذہنی سبقت عیسائیوں کی ہی رہے گی۔ انگریز حکومت اس طریق سے عیسائیت کا فروغ اور اسلام کا تنزل چاہتی تھی۔ چنانچہ سیرالیون کی سب سے پہلی یونیورسٹی بھی عیسائی مشن نے ہی قائم کی۔ اس میں مذہبیات کے شعبہ میں اسلام کی تعلیم قطعاً نہ ہوسکتی تھی۔ اس پر بڑی بڑی تحریکیں چلیں لیکن برطانوی پالیسی یہی رہی کہ مسلمانوں کو مذہبی تعلیم میں ہر طرح پیچھے رکھا جائے۔

یہی حال عبادت گاہوں کا تھا، مسلمانوں کو اپنے گھروں اور اپنی مسجدوں میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی لیکن ان کو اذان دینے کی اجازت نہ تھی، اگر کسی نے اذان دی تو اسے کوڑوں کی سزا دی جاتی تھی، سختی کے اس دور میں ہندوستان سے قادیانی مشن یہاں وارد ہوئے۔ اب مسلمانوں پر سے وہ پابندیاں اٹھالی گئیں، انگریز اس پر مطمئن تھے کہ یہاں اسلام پھیلے تو ان کا لایا ہوا اسلام پھیلے۔ یہ سہولتیں بھی انہوں نے قادیانی مشنریوں کو دی تھیں۔ حکومت کی عام سطح پر مسلمان پھر بھی پسماندہ رہے۔ یونیورسٹی میں اب بھی اسلام کو بطور ایک مضمون کے جگہ نہ ملی کیونکہ اس سے عام مسلمان کو آگے بڑھنے کا موقع مل جاتا تھا۔

آزادی کے بعد بھی زیادہ تر وہی لوگ اس ملک کے سربراہ رہے جو انگریزوں کے پروردہ تھے اور برطانیہ کی عام پالیسی یہی تھی کہ انہی لوگوں کو چارج دے کر آزادی کا اعلان کیا جائے جو آئندہ ملکی پالیسی میں ان کی ہدایات پر چلیں۔ سیرالیون میں مسلمان آبادی پچھتر فیصدی کے قریب ہے مگر حکومت ابھی تک عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ مسلمان تعلیمی طور پر پسماندہ ہیں اور انہیں بڑی خطرناک پالیسی کے تحت پسماندہ رکھا گیا ہے۔ حکومت کی عام پالیسی میں قادیانی حکومت کا ساتھ دیتے ہیں اور عیسائی اور قادیانی دونوں مل کر مسلمانوں کو جس طرح چاہتے ہیں دبالیتے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق یہاں اسکول کھول سکیں۔ سعودی حکومت کی مدد سے یہاں کچھ اسکول قائم ہوئے ہیں اور ان میں کچھ سعودی مبعوثین بھی کام کررہے ہیں لیکن مسلمانوں کی عام ملکی ضرورت کے مقابلہ میں یہ انتظامات بہت ناکافی ہیں۔

سیرالیون میں جب تک مسلمان اپنی تعلیمی ضروریات میں خود کفیل نہ ہوجائیں مسلمان بچے قادیانی اسکولوں اور عیسائی مشنری اسکولوں میں جانے پر مجبور رہیں گے۔ ان بچوں کا دین و مذہب ان حالات میں صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ اسکول اوقات کے بعد والدین، مقامی علماء کرام اور اسلامی انجمنوں کے سربراہ، مساجد اور دینی مدارس کے ذریعہ ان بچوں کو عیسائی اور قادیانی دستبرد سے بچائیں اور جب مسلمانوں کے اپنے اسکول اتنے ہوجائیں کہ وہ مسلمان بچوں کے لئے خود کفیل ہوں تو پھر قادیانی مشن خود بخود ان ملکوں میں چلے جائیں گے جہاں انگریزوں کو ان کی ضرورت ہوگی۔

سیرالیون میں قادیانی مشن اپنی پالیسی پر اس قدر نازاں ہیں کہ ۱۹۷۵ء میں جب مرزا ناصر احمد قادیانی نے سیرالیون کا دورہ کیا تو فری ٹاؤن ایئر پورٹ پر اسرائیلی سفیر نے اس سے ملاقات کی اور دونوں آپس میں کچھ باتیں کرتے رہے۔ قادیانیوں کے اسرائیل سے محبت کے رشتے ہیں اور وہ برسرعام ان رشتوں کی توثیق کرتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں جب چوہدری ظفراللہ خان قادیانی نے سیرالیون کا دورہ کیا تو ظفراللہ خان اور اسرائیلی سفیر کی اکٹھی تصویر فری ٹاؤن کے اخبار ڈیلی میل میں چھپی اور چونکہ ظفراللہ خان کو لوگ پاکستانی ہونے کی حیثیت سے جانتے تھے، اس لئے اسرائیل سے دوستی کے اس مظاہرہ عام پر عربوں میں پاکستان کے بارے میں کچھ شبہات پیدا ہوگئے اور جب تک ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار نہ دے دیا گیا۔ سیرالیون میں مقیم عرب پاکستان کے بارے میں چنداں مطمئن نہ تھے۔ اس بات کی مزید وضاحت سیرالیون کے اسلامک کلچرل سینٹر سے ہوسکے گی۔

نائیجیریا میں قادیانیوں کی آمد:

لاگوس میں الجماعۃ الاسلامیہ کی مسجد واقع ۱۰۹ توکنواسٹریٹ کے کچھ ممبران نے بتایا کہ اس جماعت کا مرحوم بانی نائیجیریا میں پہلا قادیانی تھا، مرحوم انگریزی دور میں لندن بیرسٹری کی تعلیم کے لئے گئے تھے، وہاں برطانیہ کی ترغیب سے انہوں نے قادیانی عقائد اختیار کئے۔ مرحوم کو قادیانیت کا تعارف چونکہ انگریزوں سے ہوا تھا اس لئے وہ قادیانیوں کے تفصیلی عقائد اور ان کے کفریہ نظریات سے اچھی طرح متعارف نہ تھے۔ لاگوس آکر انہوں نے اسی عام دعوائے اسلام کی اساس پر کئی لوگ قادیانی بنائے اور قادیانیت سے بھی رابطہ قائم رکھا۔

اس دوران میں نائیجیریا میں اور بھی بہت سی

تنظیمیں قادیانی مشن کے طور پر کھڑی ہوگئیں، کہیں ان کا نام احمدیہ تحریک تھا اور کہیں احمدیہ مشن اور ان میں زیادہ تر وہی لوگ ہوتے تھے جو نشاۃ و تحریک چاہتے تھے اور انہیں اس بات کا علم نہ تھا کہ قادیانی مذہب اسلام سے جدا ایک نیا مذہب ہے جو ایک نئے دعوائے نبوت پر مبنی ہے اور اگر کسی کو ہندوستان سے آنے جانے والے مسلمانوں سے کچھ پتہ بھی چلتا تو ہندوستان سے آئے ہوئے قادیانی اسے کسی نہ کسی تاویل میں لپیٹ دیتے اور حقیقت حال پر زیادہ تر پردے ہی پڑے رہتے۔ حقیقت زیادہ دیر تک زیر پردہ نہیں رہتی۔ بیرسٹر مذکور کو جب تحقیق ہوئی کہ قادیانیت اسلام کے نام پر ایک نئی نبوت کی تعلیم ہے اور یہ ایک ایسا پودا ہے جو انگریزوں نے ہندوستان میں بویا تھا اور پھر اسکے پھل کاٹ کر وہ افریقہ میں لائے تھے تو انہوں نے آٹھ دس سال کے بعد قادیانی عقائد سے توبہ کر لی اور الجماعۃ الاسلامیہ لاگوس کی بنیاد رکھی۔

الجماعۃ الاسلامیہ کی مسجد انہی مرحوم کی یادگار ہے۔ آپ نے باقی عمر اس تبلیغ میں گزاری کہ قادیانیت وہ اسلام نہیں جس کے مراکز مکہ اور مدینہ ہیں بلکہ یہ ایک نیا مذہب ہے جس کا مرکز برطانیہ کے زیر سایہ لندن میں ہے اور وہیں سے انہیں ہدایات ملتی ہیں۔

ہم لاگوس الجی بیٹ کے علاقہ میں الاپافوجا اسٹریٹ تحریک انوار الاسلام کے مرکز میں گئے تو سینٹر کے باہر یہ بورڈ دیکھا:

"تحریک الانوار الاسلام نائیجیریا
سابق مسمّی بہ تحریک احمدیہ نائجیریا"

سینٹر کے وسیع ہال میں گئے۔ وہاں تقریریں بھی کیں، صدر انوار الاسلام اور امام الحاجی اے، ایل ایس اکادو سے ملے تو پتہ چلا کہ یہاں جب سے پتہ چلا ہے کہ قادیانیوں کے عقائد اسلام کے نہیں اور یہ کہ قادیانی مذہب انگریزوں نے اپنی سیاست کے لئے ترتیب دیا تھا تا نائجیریا کے قادیانی لوگ دھڑا دھڑ توبہ کر کے پھر اسلام کو لوٹ رہے ہیں لیکن اب بھی سخت ضرورت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی انگریز نوازی اور اس کے کفریہ عقائد کی یہاں نائجیریا میں زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جائے لیکن افسوس کہ ہم لوگ اردو نہیں جانتے اور قادیانیوں کا سارا لٹریچر اردو میں ہے۔

ہم لاگوس کی ایک اور اہم دینی تنظیم انصارالدین کے پاس بھی پہنچے (اس تنظیم کے تحت تقریباً پانچ سو سے زیادہ اسکول چل رہے ہیں) اس کے بھی بہت سے ارکان قادیانیت سے متاثر تھے، لیکن برصغیر پاک و ہند میں جوں جوں علماء کرام کی کوششیں قادیانیوں کو بے نقاب کرتی جاتیں اس کی کچھ کچھ خبریں یہاں بھی پہنچتیں اور لوگ ان کے بارے میں پھر نئے سرے سے سوچتے اور اس طرح ان کی اشاعت آگے بڑھنے سے ٹھٹھک گئی۔ ہم نے انصارالدین کے ہیڈ کوارٹر میں جو نمبر ۲۲/۳۰ سینولاوی اسٹریٹ میں واقع ہے۔ ایک وسیع ہال میں قادیانیوں کے وجوہ کفر بیان کئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی اصل کتابیں پیش کیں۔ ان لوگوں نے کئی مترجم کھڑے کئے ہوئے تھے۔ اور یہ اجتماع بہت ہی کامیاب رہا۔ انصارالدین کے امام اکبرو ٹی مسٹر الحاج علی حرازم محمد الغزالی الاباخریج جامعہ ازہر نے ہمیں بتایا کہ اب بھی ہزاروں لوگ ناواقفیت کے سبب قادیانیت کو اسلام سمجھے ہوئے ہیں اور انگریزوں نے اپنے دور اقتدار میں ان کے مشن نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم کئے تھے قادیانیت سے نقاب اٹھانے کے لئے یہاں تحریک ختم نبوت کے وفود کثرت سے آنے چاہئیں۔ یہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا کردار بطور ایک برطانوی ایجنٹ کے زیادہ سے زیادہ نمایاں ہو۔

نائجیریا کے شہر آباد ان پہنچے پر ہماری ملاقات پروفیسر اسماعیل بلاگون سے بھی ہوئی، موصوف بھی پہلے قادیانی تھے بلکہ انہیں کے زیر سایہ انہوں نے ڈاکٹریٹ تک تعلیم حاصل کی ہے اور وہ آبادان میں قادیانیت عقائد کا ستون تھے۔ انہوں نے بتایا کہ قادیانیوں کے غلط حوالوں اور فریب دینے والے استدلالات نے مجھے اپنے نظریات پر نظر ثانی پر مجبور کیا اور میں جوں جوں غور کرتا گیا، مجھے معلوم ہوا کہ قادیانیت اسلام کے خلاف ایک خوفناک سازش ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ بھی کہا کہ جن جن ملکوں میں انگریز رہے ہیں وہیں وہیں انہوں نے قادیانیت کے پودے لگائے ہیں اور جہاں جہاں سے انگریزوں کو نکلنا پڑا ہے

دل کی اہمیت

انسانی وجود میں دل کی اہمیت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا: "سن لو! بے شک، جسم انسانی میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے، جب وہ صالح صحت مند ہوتا ہے تو سارا جسم صحت مند ہوتا ہے اور جب اس میں فساد و بگاڑ آ جاتا ہے تو سارا جسم اس کا شکار ہو جاتا ہے، سن لو وہ دل ہے۔" دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ نے جسم انسانی پر حکمرانی عطا کی ہے، ان کے اصلاح و فساد سے دیگر اعضا بالفعل متاثر ہوتے ہیں، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ صحابہ کرامؓ کا عالم یہ تھا کہ اگر ان سے کوئی چوک ہو جاتی تو جب تک انہیں یہ یقین نہ ہو جاتا کہ اس گناہ سے وہ پاک ہو گئے ہیں، ان کی بے قراری کو قرار نہ آتا، خواہ انہیں نقد جان پیش کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ دین کی عظمت ان کے دل و دماغ میں اس طرح بیٹھ گئی تھی کہ مال و دولت کی عظمت اس کے سامنے ہیچ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا عالم یہ تھا کہ ہر شخص آپ کا گرویدہ اور آپ کے علم و عمل کا براہ راست داعی بن چکا تھا۔

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

قادیانیوں کو بھی انجام کار وہاں سے جانا ہوگا لیکن اس کے لئے ختم نبوت کے مستقل مشنوں کی ضرورت ہے اور اس مہم کے لئے خاصی محنت درکار ہے۔ نائیجیریا میں قادیانیت کی آمد، تنزل اور اس شجرۂ انگریز کے آثار باقیہ پر یہ مختصر تبصرہ ہے۔

نائیجیریا میں قادیانیوں سے ہمارے دو مناظرے بھی ہوئے۔ ایک آبادان میں ان کی اس جماعت سے جو مرزا غلام احمد کو مجدد اور مسیح موعود کہتی ہے اور دوسرا جیوڈی میں ان کی اس جماعت سے جو اسے باقاعدہ پیغمبر اور رسول مانتی ہے۔ ان مناظروں میں انہوں نے زبردست شکست کھائی۔

گیمبیا میں قادیانیوں کی آمد:

گیمبیا میں بھی برطانوی حکومت نے قادیانیت کو فروغ دیا ہے۔ ابتدا میں یہاں قادیانی سیرالیون سے درآمد کئے گئے تھے، پھر انگریزوں نے ہندوستان سے براہ راست ان کی درآمد کی اور ان کے مشن قائم کرائے، ان واقعات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ انگریز جب گیمبیا کو آزادی دینے پر مجبور ہوئے تو انہوں نے فرمان سنگاٹ کو اپنا قائم مقام بنا کر ۱۹۶۵ء میں گیمبیا کو آزاد کرادیا۔ اسی فرمان سنگاٹ نے ۱۹۶۳ء میں ربوہ جاکر مرزا بشیر الدین محمود کی بیعت کی تھی۔ یہ فرمان سنگاٹ دنیوی تعلیم، سیاسی بصیرت یا عوامی خدمات کے لحاظ سے کوئی شخصیت نہ تھا نہ اسے کوئی بڑی قومی پشت پناہی حاصل تھی، بلکہ محض اس لئے کہ قادیانی تھا اور سلطنت برطانیہ کا خود کاشتہ تھا، اسے پورے ملک پر قابض کردیا گیا۔ اس سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ حاکم وقت کے زیر اثر قادیانیت کو اچھا فروغ ملے اور ان کے مشن اور اسکول اور زیادہ قائم ہوسکیں۔ مگر فرمان سنگاٹ ایک غلطی کر بیٹھا کہ اس نے مرزا ناصر کی ترغیب سے ربوہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کے پرانے کپڑے تبرک کے طور پر مانگے۔ مرزا ناصر کا اس سے یہ مقصد تھا کہ مرزا غلام احمد کی یہ پیشینگوئی پوری ہو کہ: ''بادشاہ میرے کپڑوں سے برکتیں ڈھونڈیں گے۔'' مگر فرمان سنگاٹ کو یہ کپڑے بہت مہنگے پڑے۔ جونہی یہ کپڑے اسے گیمبیا میں ملے، گیمبیا کی حکومت بدل گئی۔ فرمان سنگاٹ کو معزول کردیا گیا اور اس کی جگہ ایک مسلمان داؤد جوارا ملک کے سربراہ قرار پائے۔ فرمان سنگاٹ پہلے بھی کوئی باثر لیڈر یا کوئی مقتدر شخصیت نہیں تھا بلکہ محض انگریزوں کا آلۂ کار تھا، ایسے شخص کو بادشاہ سمجھ لینا قادیانی سیاست دانوں کو ہی زیب دیتا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس بادشاہ کو مرزا غلام احمد قادیانی کے کپڑوں سے بدنصیبی کے سوا کچھ نہ ملا۔ (جاری ہے)

عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نویدِ مسرت

تقریباً 40 سال بعد پہلی مرتبہ مجاہدین وشہدائے ختم نبوت کی لازوال قربانیوں کا ثمرہ منظر عام پر!

- ★ قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی 21 روزہ کاروائی کی رپورٹ جسے حرف بہ حرف حکومت نے 21 حصوں میں شائع کیا
- ★ یہ سرکاری مستند دستاویز اپنے قاری کو حق وباطل کے معرکہ سے اسطرح روشناس کرتی ہے کہ مرزا غلام قادیانی کے پیروکاروں کے گرو مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کے گروؤں کی ذلت آمیز شکست کا عبرت ناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔
- ★ یہ رپورٹ مرزا غلام قادیانی اور قادیانیت کے کذب اور دجل پر مہر اور ہر قادیانی ولاہوری کے لئے ''اتمام حجت'' ہے۔
- ★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پہلی مرتبہ انتہائی کاوش وعرق ریزی سے تحقیق وتخریج سے آراستہ کرکے سرکاری رپورٹ کو 5 جلدوں (2952 صفحات) میں شائع کردیا ہے۔ جوکہ مجلس کے ہر دفتر سے صرف لاگت کے خرچہ -/1000 روپے پر دستیاب ہے علاوہ ڈاک خرچہ، نیز vp کی سہولت حاصل نہ ہوگی۔
- ★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے سارے عالم میں اس ''اتمام حجت'' کو قائم کرنے کیلئے یہ پانچ جلدیں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کرنے اور مفت محفوظ download کرنے کی سہولت بھی بہم پہنچادی ہے۔

صرف ایک کلک سے ملاحظہ اور ڈاؤن لوڈ فرمائیں

www.amtkn.com
www.khatm-e-nubuwwat.com
www.khatm-e-nubuwwat.info
www.laulak.info
www.facebook.com/amtkn313

www.amtkn.com/nareportv1.pdf
www.amtkn.com/nareportv2.pdf
www.amtkn.com/nareportv3.pdf
www.amtkn.com/nareportv4.pdf
www.amtkn.com/nareportv5.pdf

ameer@khatm-e-nubuwwat.com, popalzai@amtkn.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ ملتان

061- 4783486
0300-4304277